ہمارا دیش وہی ہے، ہمارا آئین وہی ہے، اِس دیش کے لوگ وہی ہے، اس کی تہذیب وہی ہے، آبادی کا فکری رابطہ بھی وہی ہے، قدریں بھی وہی ہیں۔ صرف ایک تبدیلی ہوئی ہے کہ ہمارا حاکم بدل گیا جس نے اپنے ہم نواؤں ہم مزاجوں کی جماعت جوڑ لی ہے۔

ماہ نامہ کنز الایمان سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

SBI BANK A/c No.:35490268797
IFSC Code: SBIN0002366 Branch: Jama Masjid
NAME: KANZUL IMAN MONTHLY

نوٹ: کنز الایمان کی سالانہ قیمت-/250 ہے۔ اسے آپ ڈاک خانہ سے منی آرڈر کریں بوجہ مجبوری بینک اکاؤنٹ میں-/300 روپے جمع کریں۔

رضوی کتاب گھر سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

ICICI BANK A/c No.:629205502129
IFSC Code: ICIC0006292 Branch: Chandni Chowk
NAME: RAZAVI KITAB GHAR

منی آرڈر فارم کے اوپر آپ اپنا پورا پتہ پن کوڈ کے ساتھ لکھیں اور اِس پتے پر بھیج دیں۔ دفتر ماہنامہ کنز الایمان 423 مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔6

(نوٹ) رقم جمع کرنے کے بعد فون پر ضرور اطلاع کریں - 011-23264524

اداریہ

طلاق مسئلے کا حل ہے، مسئلہ نہیں

بیوہ اور طلاق شدہ خواتین سے شادی کر کے مسلمان شادی خانہ آبادی کا جشن مناتے ہیں لیکن بھارت کی تین کروڑ سے زیادہ ہندو بیوائیں اور طلاق دِیے بغیر چھوڑی ہوئی ناریاں بے گھر ماری ماری کیوں پھرتی ہیں؟ اِس پر سپریم کورٹ میں بحث کب ہوگی؟

محمد ظفر الدین برکاتی★

جذبات سے ہی کام ہوتے ہیں جب تک وہ مثبت رہیں اور صحیح سمت میں کام کریں لیکن جذبات کو غلط رخ دے دیا جائے تو پھر غلط اور منفی جذبات کے سیلاب میں صالح فکر وخیالات کی آبادیاں بہہ جاتی ہیں۔ آج کل ہمارے دیش میں یہی سیلاب آیا ہوا ہے جس میں بڑی تیزی سے یہاں کی گنگا جمنی تہذیب، جمہوری اقدار، سیاسی تقدس اور سماجی رواداری کی سمادھیاں، آر ایس ایس آستھا کی مورتیوں کے ساتھ بہی جارہی ہیں یا پھر بہائی جارہی ہیں اور جمہوریت کے دشمن اپنی آستھا کی مورتیوں سے آستھک لباس اور فرقہ وارانہ زیورات اتار رہے ہیں اور تلک کی نشانیاں بڑی بے دردی سے مٹا رہے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بھارت ماتا، دھرتی ماتا، گئو ماتا، گنگا ماتا، درگا ماتا، کالی ماتا، سیتا ماتا، آج کے دیش بھکت اِن سبھی ماتاؤں کے تہذیبی اور تاریخی چہروں سے ماتا پن کی چادریں بھی نوچ رہے ہیں اور اپنی پشتینی ریت رواج کے رتھ پر بیٹھ کر آج بھی اپنی بیواؤں، وِدھواؤں کو ''وردھا آشرم'' پہنچا رہے ہیں اور کمال کی بھارتیہ ہندو سنسکرتی دیکھئے کہ اِس ماتا گردی کی روایتی بیماری سے ہندو سماج کا ۵۰ فیصد حصہ متأثر ہے جسے جذبات کے مرگھٹ پر مسلسل قربان کیا جارہا ہے اور ۴۰ فیصد ہندو طبقہ تعلیم یافتہ ہوتے ہوئے بھی منفی جذبات کے تحت گرفتار اس روایتی بیماری کا شکار ہے۔ دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایسے جذبات کی کھیتی کرنے والوں کو اپنی ماتا، یونہی اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانے پینے کا وقت نہیں بلکہ نوٹ بندی کے وقت ''اپنی ماتا'' کے لیے بینک سے روپے نکالنے کی فرصت نہیں ملی۔

یہ سب دیکھ کر ہم سوچتے ہیں کہ یہ ''ماتا'' کی توہین ہے کہ توقیر؟ دنیا کی عورتوں کی بھلائی کے لیے گلے پھاڑ نا لیکن اپنی بیوی کو بیوہ بنا کر چھوڑ دینا، یہ بھارتیہ ناری کی توقیر ہے کہ تذلیل؟

جذبات کی بے قدری اور جمہوری اقدار میں بدعنوانی کی حالیہ تاریخ اتنی طویل ہے کہ ایک کے بعد ایک حقیقت سے پردہ اٹھتے ہی جارہا ہے، جیسے آج بھارت میں یوں ہو رہا ہے کہ ایک بدعنوان کالا دھن ختم کرنے کی بات کر رہا ہے، سبزی خور گوشت خوری کی منصوبہ بندی کر رہا ہے اور جانوروں کی حد بندی ونصاب سازی کا منصب نبھا رہا ہے۔ برہمچاری بچے پیدا کرنے کی مہم چلا رہا ہے اور جنگ آزادی سے دور، انگریزوں کی مخبری کرنے والا، دیش بھکتی کی وکالت کر رہا ہے۔ ۲۰۱۴ء تک آدھار کارڈ کی تیاری پر خرچ ہونے والی سرکاری رقم کا حساب طلب کرنے والا آج گائے کے لیے آدھار کارڈ تیار کرا رہا ہے۔ مندروں میں مفت بجلی لینے والا، رمضان اور ہولی میں بجلی پر سیاست کر رہا ہے۔ اپنے تیوہاروں میں بے تحاشہ بجلی خرچ کرنے اور لاؤڈ اسپیکر سے ہفتوں عوام کی نیند حرام کرنے والا مسجد کی اذان کے لاؤڈ اسپیکر پر نہ ہونے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ بنجر زمینوں پر کھلے بندوں مندر بنانے والا، اپنی زمینوں پر مسجدیں بنانے والوں سے پیشگی اجازت طلب کرنے کا پابند بنانے کی وکالت کر رہا ہے۔ آبادی اور بنجر زمینوں پر مٹھ بنانے اور مندروں کا احاطہ بنانے والا قبرستان کی زمین پر بری نظریں گڑائے بیٹھا ہے۔ گائے کا گوشت ووٹ لینے کے لیے مفت میں فراہم کرنے والا، گائے کے نام پر مسلمانوں کی جان لینے کا گناہ مسلسل کیے جارہا ہے۔ بڑے جانوروں کا بوچڑ خانہ اور گائے کا گوشت بیرونی ملکوں میں فراہم کرنے والا مسلم بوچڑ خانوں اور گوشت کی دوکانوں پر پابندی لگوا رہا ہے۔ (وغیرہ وغیرہ)

یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ اِس پر ہم غور کر ہی رہے تھے کہ ایک شعر نظر سے گزرا، یوں محسوس ہوا جیسے مسئلہ ہی حل ہوگیا کہ

ہوتی نہیں جو قوم حق بات پر یک جا
اُس قوم کا حاکم ہی بس اُس کی سزا ہے

یہ حقیقت ہے، کیوں کہ ہمارا دیش وہی ہے، ہمارا آئین وہی ہے، اِس دیش کے لوگ وہی ہیں، اس کی تہذیب وہی ہے، آبادی کا فکری رابطہ بھی وہی ہے، قدریں بھی وہی ہیں۔صرف ایک تبدیلی ہوئی ہے کہ ہمارا حاکم بدل گیا ہے جس نے حکومت میں اپنے ہم نواؤں، ہم مزاجوں اور ہم خیالوں کی جماعت جوڑ لی ہے، میڈیا کو یرغمال بنا رکھا ہے اور نوکر شاہی کو غلام بنا لیا ہے جس کی شان یہ ہے کہ

چلتے ہیں دبے پاؤں کوئی جاگ نہ جائے
غلامی کے اسیروں کی یہی خاص ادا ہے

اب اُس حاکم وقت کی صحیح صورت حال سے ہندی قوم کو واقف کرانے اور اُس کی عرفی حیثیت کا اندازہ کرانے کے لیے اسی طرح سے کام کرنا ہوگا جیسے وہ ہمارے ساتھ کرنے کی غلطی کر رہا ہے اور آئین وقانون اور عدلیہ وانتظامیہ کو یرغمال بنانے پر تلا ہوا ہے۔ہمیں بھی براہ راست اُس پر تنقید وتبصرہ کیے بغیر اپنے طریقوں سے اس کو گھیرنے کی کوشش کرنا چاہیے جن راستوں سے اس نے ہمیں غیر ضروری اور بے بنیاد مسائل میں گھیر کر الجھا رکھا ہے، ہم بھی اسے سماجی، سیاسی اور آئینی مسائل میں الجھا دیں لیکن اس کے لیے روپے پیسے کم، وقت اور عقل کی ضرورت زیادہ ہوگی۔یہی وقت کی نزاکت ہے۔

وقت کی نزاکت کو نہ سمجھنے اور عقل کے منافقانہ استعمال کی وجہ سے گزشتہ چند سالوں میں کئی نقصانات ہوئے ہیں۔ پہلا یہ کہ ''نشہ سے آزاد ہندوستان'' کی تحریک عروس البلاد ممبئی سے حضرت سید معین میاں نے شروع کی تھی لیکن اسے ہماری عملی حمایت حاصل نہ ہوئی، اس لیے وہ محرکین تک محدود رہے لیکن وہی تحریک نتیش کمار کے ذریعہ جب سیاسی ہوگئی تو ہم نے بھی اس کی حمایت کی اور عوامی حمایت کے ساتھ حکمرانی پشت پناہی میں وہ بہار میں کامیاب ہوگئی۔ہم اپنوں کی کسی تحریک کی حمایت اور تعاون کو شاید گناہ اور اپنی شخصیت کی توہین سمجھتے ہیں، اس لیے ہمارے بزرگوں کے کارنامے دوسروں کے نام ہوجاتے ہیں۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ جہیز والی شادی اور گانے باجے ڈی جے کی نکاحی تقریب کا بائیکاٹ بھی سب سے پہلے علمائے اہل سنت نے کئی شہروں سے کیا لیکن وہ علمائے کرام تھے، اس لیے ناکام رہے کیوں کہ اتنی بڑی تعداد میں اگر مشائخ کوئی تحریک چلاتے تو عوامی حمایت جلدی میسر ہوجاتی۔ یہاں بھی نتیش کمار نے ہی بازی ماری اور بہار میں ہم نے اس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔جیسے آج چند علمائے اہل سنت نے طلاق سے متعلق پیش قدمی دکھائی تو حمایت کم ہوئی لیکن تنقید وتبصرہ زیادہ ہوا۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔

طلاق، خلع اور پھر شادی کے حوالے سے ایک آن لائن سروے سامنے آیا ہے جسے دہلی کے دو، اداروں کے تجزیہ کاروں نے کیا ہے۔یہ سروے آن لائن ہے، اِس کا مطلب ہے کہ اس میں پڑھے لکھے مسلمانوں نے حصہ لیا ہے اور ۱۶ ہزار ۸ سو ۶۰ تعلیم یافتہ مرد، خواتین نے حصہ لیا ہے جن میں ۸۸ فیصد خواتین اور ۹۸ فیصد مرد شادی شدہ ہیں جب کہ طلاق کے بعد دوبارہ شادی کرنے والے مرد ۷ فیصد اور خواتین ۹ فیصد ہیں۔ان میں ۳۳۱ مرد عورت ایسے ہیں جن کا طلاق ہوا ہے یا خلع ہوا ہے۔ان میں بھی ایک چوتھائی مرد عورت ایک دوسرے سے الگ قاضی کے ذریعہ ہوئے ہیں اور ۳۶ فیصد کی علاحدگی خاندانی بزرگوں کی موجودگی میں ہوئی ہے۔اس مرحلے میں مردوں نے ایک ایک ماہ کے وقفے سے تین مرتبہ میں تین طلاق دیے ہیں جن میں ۲۱ فیصد قانونی نوٹس یا عدالت کے ذریعہ الگ ہوئے ہیں جب کہ ۱۷ فیصد مقامی تنظیموں اور پنچایتوں کے ذریعہ الگ ہوئے ہیں۔اس سروے میں صرف ایک واقعہ ایسا ہے جس میں ایک مرد نے ایک ہی بار میں تین طلاقیں دی ہیں۔اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ مسلم سماج میں ایک ہی مرتبہ میں تینوں طلاقیں دینے والے انتہائی کم ہیں، نا کے برابر۔

اس سروے میں دوسری بات دیکھنے سمجھنے کی یہ ہے کہ ۳۳۱ معاملات میں ۱۳۴ مردوں نے طلاق دینے کی ابتدا کی ہے جب کہ ۱۲۶ عورتوں نے خلع کے ذریعہ طلاق لیا ہے اور ۵۴ معاملات میں عورت کے والدین اور خاندان والوں نے مشاورتی سہولت سے علاحدگی کرا دی ہے۔ ۸۳ فیصد مردوں نے طلاق کے بعد عدت کے دوران نان ونفقہ دیا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ۸۷ فیصد عورتوں نے طلاق کے بعد دوبارہ شادی کر لی ہے حالاں کہ غیر مسلم سماج بطور خاص ہندو سماج میں اِس کا تصور بھی نہیں۔

تیسری بات یہ سمجھنے کی ہے کہ طلاق کی وجہیں بھی عجیب اور مختلف ہوتی ہیں جیسے ۱۴ فیصد معاملات میں شوہروں کو اس کے رشتے داروں نے چڑھایا ہے اور مجبور کیا ہے کہ طلاق دو جب کہ ۹ فیصد عورتوں کا طلاق اس لیے ہوا ہے کہ عورت کے والدین شوہر کے جہیز کی مانگ پوری نہیں کر سکے۔ ۷ فیصد معاملات میں اس لیے طلاق ہوا کہ عورت کو کوئی بچہ نہیں ہوا۔ تین فیصد خواتین کا طلاق اس لیے ہوا کہ ان کے یہاں صرف بیٹی

پیدا ہوئی۔ ۸ فیصد معاملات میں عورت نے ہی خلع طلب کرلیا، یا شوہر نے اس لیے طلاق دیا کہ اس کے دوسری عورت سے تعلقات تھے۔ ۵ فیصد میں اس لیے طلاق ہوا کہ مرد میں جنسی قوت نہیں تھی۔

صرف زیرو پوائنٹ ۳ فیصد معاملات میں کہیں کہیں اور کبھی کبھی یہ واقعہ ہوا ہے کہ مرد نے شراب کے نشے میں یا غصے میں یا پھر یونہی ایک بار ہی میں تین طلاق دے دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ طلاق کوئی مسئلہ نہیں جس طرح سے انتہائی خطرناک اور ظالمانہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے اور سرکاری ومیڈیائی سطح پر سیاسی پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔

اب ہمارے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ سپرم کورٹ میں اُن ہندوعورتوں کی طرف سے اُن کے قانونی، آئینی اور سماجی حقوق سے متعلق مقدمے دائر کرائیں جن کو اُن کے شوہروں نے چھوڑ دیا ہے یا کسی طرح ان پر ظلم ہوا ہے پھر مختلف ذرائع اور الگ الگ تحریکوں، تنظیموں، انجمنوں، اکیڈمیوں اور فاؤنڈیشن کے ذریعہ ہر شہر میں پریس کانفرنس کرکے ہندی انگریزی میڈیا کے سامنے یہ بات رکھیں کہ بیوہ اور طلاق شدہ خواتین سے مسلمان، نکاح کرکے شادی خانہ آبادی کا جشن مناتے ہیں لیکن بھارت کی تین کروڑ سے زیادہ ہندو بیوائیں اب تک بے گھر کیوں ہیں؟ بھارت کی ناریاں زندہ شوہروں سے بھی الگ تھلگ کیوں رہتی ہیں؟ شوہر کی موت کے بعد وِدھوا ہندوخاتون کی شادی کیوں نہیں ہوتی؟ کیا دستورِ ہند میں ایسی کوئی پابندی ہے؟

عجیب اتفاق ہے کہ تین کروڑ غیر مسلم خواتین کی یہ تعداد میڈیا ہی نے بتایا ہے اور حکومت ہی کا سروے ہے۔ حکومت کی رپورٹ کے مطابق ہندوسماج کے علاوہ غیر مسلم سماج کی ایک کروڑ تیس لاکھ بیواؤں کی تعداد الگ ہے جو حکومت کی توجہ کا مستحق ہیں یعنی ۴ کروڑ تیس لاکھ غیر مسلم بیوائیں بے سہارا ہیں۔ مختلف ٹی وی سروے اور غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق شوہر سے الگ ہونے والی یا الگ کردی جانے والی غیر مسلم عورتوں کی تعداد ۱۰ لاکھ سے زیادہ ہے جنھیں حکومت اور سماج کے سہارے اور توجہ کی ضرورت ہے جب کہ سرکاری مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں ۲۴ لاکھ ۵۰ ہزار عورتیں ایسی ہیں جنھیں شوہروں نے بے سہارا چھوڑ دیا ہے۔ ان میں صرف ہندوسماج کی ۲۰ لاکھ عورتیں ہیں اور مسلم سماج میں صرف ۲ لاکھ ۸۰ ہزار جب کہ نہایت چھوٹی اقلیت عیسائی سماج کی ۹ لاکھ اور ملک کے دیگر سماج کی ۸۰ ہزار خواتین بے سہارا ہیں جن کو شوہروں نے چھوڑ دیا ہے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ طلاق پر ہنگامہ، کوئی ہمدردی نہیں، محض سیاست ہے اور حکومت کا وقت اور سرکاری پیسہ ضائع کرنا ہے۔

اس سروے کی روشنی میں پریس کانفرنس کرکے یہ سوال اٹھایا جائے کہ ہندو بیواؤں، وِدھواؤں کو بند کوٹھریوں میں بند کرکے ان کی انسانی اور سماجی آزادی چھین لینے کا اختیار کس نے دیا ہے؟ کیا دستورِ ہند میں اِس کی اجازت ہے کہ آزاد عورتوں کو بغیر کسی جرم کے قید کردیا جائے اور قیدیوں کی طرح کھانا پینا دیا جائے؟ کیا یہ بھارتیہ ناری کی توہین نہیں کہ بیوہ ہونے پر اُس کے بال اتروادیے جائیں اور پسند کا لباس پہننے اور کھانے پینے سے روک دیا جائے؟

ہندوستانی عوام سے بھی یہ پوچھا جائے کہ وِدھوا، بیوہ کو یہ سماجی حق کیوں حاصل نہیں کہ وہ اپنے والدین اور بھائیوں کے ساتھ بہن بیٹی کی طرح رہ سکے اور گزارے کا کوئی جائز راستہ اختیار کرسکے؟

سپرم کورٹ سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے اور قانون دانوں سے وضاحت طلب کی جائے کہ ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ نکاح نامہ، ماڈل نکاح نامہ اور خلع وتفویض طلاق کی صراحت کے ساتھ نکاح کیا جائے اور تفصیلات درج کیے جائیں۔ بھارت کی ایک خاص ملت وجماعت سے یہ مطالبہ اس ملت کی خواتین کے حقوق دِلانے کے نام پر کیا جارہا ہے، گواہوں اور قاضی کے نام ونشان اور دست خط لازمی کیے جارہے ہیں۔ یہ سب اسی لیے ہورہا ہے کہ گواہوں کا ثبوت بھی پختہ رہے تاکہ وقت ضرورت سندر ہے تو پھر ''دستورِ ہند نے ہندو میرج ایکٹ کے تحت ہی انسانوں کی بجائے آگ کو شاکشی کیوں مان لیا ہے؟'' ہمارے لیے انسان گواہ چاہیے اور بہت سی وضاحتوں، صراحتوں کے ساتھ ملنے کے وقت ہی جدا ہونے کا اشاریہ (خیارِ طلاق کی وضاحت) بھی لیکن دوسری کمیونیٹی کے لیے آگ کی گواہی کافی ہے، آخر یہ دوہری پالیسی کیوں؟ کیا ہمارے قانون وآئین نے آگ کی گواہی تسلیم کی ہے؟

اس طرح کے بہت سے مسائل ہیں جو ہندوسماج اور تہذیبی روایت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن دستورِ ہند سے ٹکراتے ہیں، اس لیے ان کے ٹکراؤ کا آئینی جائزہ لیا جانا ضروری ہے لیکن عوام کے درمیان اِس طرح کی باتیں نقصان دِہ ثابت ہوسکتی ہیں اور فرقہ وارانہ فسادی لوگوں کے لیے بہانہ بن سکتی ہیں، اس لیے صرف ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ ہی میں ایسی باتیں ہوں اور سپریم کورٹ سے مطالبہ ہونا چاہیے کہ اِس کا تعلق روایت، آستھا، اور سنسکرتی سے ہے، اس لیے تاریخ پر تاریخ دینے کی بجائے ہر دن

شنوائی کر کے فیصلہ سنا دیا جائے یا محفوظ کر لیا جائے۔ اگر ہم خاموشی کو تین طلاق دے کر غفلت کی طویل عدت سے باہر آجائیں تو مزید راہیں کھل سکتی ہیں جن سے ہوا کا رخ بدلا جا سکتا ہے۔

سیاسی طور پر بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں سیاسی لوگ ہی الجھانا جانتے ہیں، اس لیے سیاسی مسائل میں الجھانے کی خدمت انہی سے لی جائے جیسے مودی جی نے ۲۶ ستمبر ۲۰۱۳ء کو سابق وزیر اعظم منموہن سنگھ کو کھری کھوٹی سنائی تھی اور سپریم کورٹ کی پھٹکار کی دہائی دے کر کہا تھا کہ آپ سے بھارت کی جنتا، آدھار کارڈ کے نام پر خرچ ہونے والی سرکاری رقم کا حساب مانگتی ہے اور آدھار کارڈ کی قانونی حیثیت کیا ہوگی؟ اِس کا جواب طلب کرتی ہے۔ انھوں نے پوچھا تھا کہ اِس کے لیے وزیر اعظم کی کابینہ کے وزیر راضی اور سب متفق تھے؟ کہ اربوں کھربوں اس پر خرچ کر دِیے جائیں؟ اب پلٹ کر مودی جی سے سوال کیا جائے کہ گائے کے لیے آدھار کارڈ بنانے کی دستوری حیثیت کیا ہے؟ اس پر خرچ ہونے والی رقم، سرکاری نہیں ہے؟ اس کے لیے مودی کابینہ کے سبھی وزیر متفق ہیں؟ بھارت کی سبھی ریاستیں راضی ہیں اور صوبوں کے وزرائے اعلیٰ نے بھی اتفاق ظاہر کر دیا ہے کہ گائے کے لیے آدھار کارڈ بنانا ضروری ہے اور ہم ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں؟

دوسرا سیاسی مسئلہ یہ ہے کہ ابھی کل ہند مویشی شماری محکمہ حکومت ہند نے یہ رپورٹ پیش کی ہے کہ گائے کی افزائش اور پرورش میں بڑی تیزی سے کمی آئی ہے جس کی اصل اور واحد وجہ، ذبیحہ پر لگی پابندی ہے جس سے بیلوں کی نسلی افزائش میں بھی کمی آ رہی ہے، اس لیے دونوں کی تعداد میں کمی نظر آنے لگی ہے۔ یہ رپورٹ ۱۹۷۷ء سے ۲۰۱۳ء تک کے الگ الگ سالوں کی ہے۔ ۲۰۰۸ء سے ۲۰۱۳ء کے درمیان کی رپورٹ کے مطابق گائے کی افزائش نسل کی تعداد، باعتبارِ فیصد مائینس میں جا چکی ہے جس کا خلاصہ یوں پیش کیا گیا ہے کہ ''اگر ۱۹۸۲ء میں ایک لاکھ گائیں تھیں تو، اس میں ۱۰۳۵ گایوں کا سالانہ اضافہ ہوا تھا لیکن ۲۰۱۳ء میں اضافہ کی بجائے ۲ ہزار کی کمی ہو گئی۔'' البتہ اب اس کمی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے بیل اور بچھڑوں کی کمی بھی ہو گئی ہے۔ رپورٹ میں مزید خلاصہ یہ ہے کہ ابھی دودھ کی ۷۰ فیصد قیمت چارے میں خرچ ہو جا رہی ہے، اس لیے کسان ایسے جانوروں کی پرورش کرنے لگے ہیں جو، زیادہ دودھ دیتے ہیں اور بعد میں جن کو فروخت بھی کیا جا سکتا ہے جب کہ گائے کم دودھ دیتی ہے اور اب اسے فروخت بھی نہیں کر سکتے۔ اس لیے کسان گھاٹے کا یہ سودہ نہیں پالنا چاہتے اور کسان اپنی گایوں کو بے سہارا بھی نہیں چھوڑتے۔

اب حکومت سے یہ سوال کیا جائے کہ ملک کی معیشت کو پہلے ہی نوٹ بندی سے نقصان پہنچ رہا ہے، اب مودی جی مویشی پروری کے ذریعہ ہونے والی ترقی پر بندی کیوں لگا رہے ہیں؟ حکومت کے پاس اس کا دوسرا معاشی متبادل کیا ہے؟

اِس کے باوجود آج ریاست گجرات نے اپنا سخت گیر قانون نافذ کر دیا کہ گئوکشی کے مجرم کو زیادہ سے زیادہ عمر قید کی سزا دی جائے گی۔ جس کی معیاد ۱۴ سال ہوگی۔ پہلے یہ سزا ۷ سال کی تھی۔ اس قانون میں عمر قید کے ساتھ بھاری جرمانہ بھی ہے جس کے تحت مجرم کو ۵ لاکھ روپے تک کا جرمانہ ہو سکتا ہے۔ رات میں گائے لے جانے پر بھی پابندی ہے۔

دوسری طرف یوپی کا سرکاری ویٹرنری اور مویشی بہبود محکمہ نے یہ رپورٹ دی ہے کہ صرف لکھنو میں ہر سال پالی تھین کھانے سے ایک ہزار گایوں کی دردناک موت ہو جاتی ہے۔ اتفاق سے یہاں گئو بھکت ہی وزیر اعلیٰ ہے۔ ان کی موت کا ذمہ دار کون ہے؟

اتنا اہتمام اور تیزی انسانی قتل کی سزاؤں پر نہیں دکھائی جا رہی ہے، حالاں کہ یہ جرم آج ہر دن کہیں نہ کہیں دیش میں ہو رہا ہے اور مجرم آزاد گھوم رہے ہیں اور کورٹ سے ضمانت بھی مل جا رہا ہے اور برسوں تک جرم ثابت نہیں ہوتا، کوئی جرمانہ بھی نہیں۔ سپریم کورٹ میں اس غیر انسانی سلوک پر بھی سوال ہونا چاہیے کہ انسانی قتل کے واردات پر جرمانہ اور سزا کا فیصلہ اسی طرح ہوتا ہے اور مظلوم و مقتول کو انصاف ملتا ہے جیسے ایک جانور کے قتل پر ہو رہا ہے؟

مودی بھکت میڈیا سے یہ بھی سوال کیا جا سکتا ہے کہ طلاق ایک مسئلہ ہے، یہ آپ کا ماننا ہے حالاں کہ طلاق مسئلے کا حل ہے مگر یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے؟ کہ انٹرنیشنل میڈیا، بھارت کے گئو بھکتوں کو ''ہندو ٹیرر'' لکھ رہا ہے لیکن بھارت کا میڈیا اُسے ''تتھا کتھت گئو رکشک'' لکھ رہا ہے۔ ہندو گئو رکشکوں کو ''ہندو آتنک وادی'' لکھنے والے غیر ملکی میڈیا کے خلاف بھارت کے میڈیا نے آواز کیوں نہیں اٹھائی؟ اسے اپنے آقاؤں کا ڈر ہے؟ کہ ان کے آقاؤں نے ہی سختی سے منع کر دیا ہے کہ ہندو ٹیرر (Hindu Terror) کی بات بھارت میڈیا میں نہیں آنا چاہیے۔

مودی جی نے غیر ملکی دوروں میں غیر ملکی میڈیا کے خلاف آواز کیوں نہیں اٹھائی کہ ہمارے دیش کے گئو بھکتوں کو ''ہندو ٹیرر'' کیوں

لکھا جا رہا ہے؟ غیر ملکی دوروں کا یہ فائدہ کس کا نصیب ہے؟

حالات یہ گواہی دے رہے ہیں کہ لوگ مودی جی کی بہت سی ایسی کمزوریاں اور تضاد بیانیاں لوگ پیش کر رہے ہیں، واٹس ایپ، فیس بک وغیرہ پر خوب پذیرائی بھی ہو رہی ہے لیکن الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے ہماری باتیں غائب ہوتی ہیں، اس لیے اب جو مسئلہ جس منصب کی شخصیت سے متعلق ہو، اسی سے وفد کے ساتھ ملاقات کریں اور اس کے سامنے حقیقت رکھیں، پریس کانفرنس کریں پھر سپرم کورٹ اور صدر جمہوریہ تک اپنی بات ضرور پہنچائیں۔ اس سلسلے میں یہ ضرور خیال رہے کہ زبانی کم، عملی اور تحریری کام زیادہ ہو، اخباری بیان بازی اور، زبانی جمع خرچ نے ہماری ہوا پہلے سے خراب کر رہی ہے۔ دیکھا دیکھی تک بھی ہم نے اب تک زبانی جمع خرچ سے ہی کام لیا ہے، اخباری بیان بازی ہی میں ہم نے دلچسپی لی ہے۔ حالاں کہ یہ سب طریقے ہمارے مسائل مزید خراب کرتے ہیں۔

یوپی سمیت ملک کے کئی حصوں میں عصمت دری کے واقعات بہت ہو رہے ہیں لیکن حکومت اس طرف توجہ دینے کو تیار نہیں، نہ میڈیا کے لیے یہ مسئلہ ہے اس لیے ۲۵ مسلم ملکوں میں تین طلاق پر پابندی سے متعلق ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لیے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مختلف دیشوں میں عصمت دری کی سزائیں کیا ہیں، میڈیا کو یہ سب کیوں نہیں نظر آتا کہ کویت میں سات دنوں کے اندر موت کی سزا ہو جاتی ہے۔ افغانستان میں چار دنوں کے اندر گولی مار دی جاتی ہے۔ ملیشیا میں موت کی سزا ہوتی ہے۔ عراق میں سنگ ساری کی سزا جب کہ پولینڈ میں خنزیروں سے کٹوا کر موت کی سزا دی جاتی ہے۔ امریکہ میں متاثرہ کی عمر اور جرم کو دیکھ کر عمر قید یا ۳۰ سال کی قید بامشقت جب کہ روس میں متاثرہ کی عمر کو دیکھ کر مجرم کو ۲۰ سال کی سزا ہوتی ہے۔ ایران میں ۲۴ گھنٹوں میں سنگ ساری یا پھانسی دی جاتی ہے اور چین میں میڈیکل جانچ سے تصدیق کے بعد سزائے موت۔ منگولیا میں پریوار کے ذریعہ بدلہ یا موت کی سزا دی جاتی ہے جب کہ قطر میں ہاتھ پیر کاٹ دیے جاتے اور سنگ ساری۔ جنوبی افریقہ میں ۲۰ سال قید بامشقت۔ سعودی عرب میں ۷ دنوں میں موت کی سزا، یا پھانسی ہوتی ہے اور نیدرلینڈ میں خطرناک تعزیری سزا دی جاتی ہے۔

لیکن بھارت میں احتجاجی مظاہرہ ہوتا ہے، جانچ کمیٹی بیٹھتی ہے، سمجھوتہ ہوتا ہے، رشوت ستانی اور متاثرہ کی جگ ہنسائی ہوتی ہے، میڈیا ٹرائل کے ذریعے سیاست ہوتی ہے، ذاتی واد کا مذاق ہوتا ہے، برسوں مقدمہ بازی ہوتی ہے، اس دوران متاثرہ کی توہین و تذلیل ہوتی ہے اور پھر مجرم باعزت بری ہو جاتا ہے۔

بھارت میڈیا کو بھارتیہ ناریوں اور ہندوستانی خواتین کے ساتھ ہونے والے یہ سرکاری مذاق نظر نہیں آتا، شاید یہ کوئی مسئلہ نہیں لیکن یہ نظر آتا ہے کہ ۲۵ ملکوں میں تین طلاق پر پابندی نافذ ہے حالاں کہ یہ غلط ہے۔ ہمارے خیال سے اِس موضوع پر لائٹ فلم، وائرل کیا جانا چاہیے تا کہ لوگ دلچسپی کے ساتھ زمینی حقیقتوں سے واقف ہو جائیں اور یہ کام آج کے نوجوان بھی آسانی سے کر سکتے ہیں۔

نفسیاتی ماہرین کا کہنا ہے کہ دراصل مودی جی کو یہ خوف ہے کہ ان کی بھتیجی اُرمیلا کو محسن اختر طلاق نہ دے ڈالے۔ اڈوانی جی کو ڈر ہے کہ قیس علی ان کی بھتیجی کو طلاق نہ دے ڈالے۔ مرلی منوہر جوشی کو خوف ہے کہ ان کی شہزادی کو شاہنواز چھوڑ نہ دیں اور پھر دوسری شادی نہ کر لے۔ اشوک سنگھل کے پریوار کو خوف ہے کہ مختار عباس نقوی دوسری شادی کے لیے ان کی بیٹی کو طلاق نہ دے اور سبرامنیم سوامی کو ڈر ہے کہ ان کے داماد ندیم حیدر، ان کی بیٹی سہاسنی حیدر کو طلاق دے کر دوسری شادی نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ انہیں اپنی بیٹیوں کا مستقبل خطرے میں نظر آ رہا ہے، انھیں دیش کی مسلم خواتین کی فکر نہیں۔ یہ سب لائٹ فلم کا حصہ بنے۔

اسی طرح یوگی مودی بھکتوں نے ان کی پشت پناہی میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے کہ ہندو خطرے میں ہے۔ حالاں کہ ابھی ملک کا صدر جمہوریہ ہندو، وزیر اعظم ہندو، سپرم کورٹ کا جج ہندو، ۹۵ فیصد ایم پی ہندو، ۹۵ فیصد ایم ایل اے ہندو، ۹۰ فیصد ایم پی (راجیہ سبھا) ایم ایل سی ہندو، سبھی فوجی محکموں کے سربراہ ہندو، ۳۱ صوبوں میں ۳۰ کے وزیر اعلیٰ ہندو، ان صوبوں کے گورنر ہندو، ۹۸ فیصد آئی اے ایس آئی پی ایس ہندو، فوج اور پولیس میں ۹۰ فیصد ہندو، دیش کے نامی گرامی سرمایہ کار ہندو، پھر بھی ۷۵ فیصد ہندوؤں کو ۱۵ فیصد مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ کمال کا پروپیگنڈہ ہے، خوف کی سیاست کرنے کا جواب نہیں جس کی وجہ سے آر ایس ایس کی سیاسی وِنگ بی جے پی مرکزی اقتدار پر قابض ہونے میں کامیاب ہوئی ہے اور ہماری سیاسی سادگی، منصبی غفلت اور منتشر قیادت مسلسل لاجواب ہے۔

☆☆☆

z.barkati@gmail.com

انوار قرآن

قرآن مقدس! مسلمانوں سے کیا چاہتا ہے؟

محمد شمیم احمد نوری مصباحی٭

قرآن پاک دنیا کی تاریخ میں وہ تنہا کتاب ہے جو گزشتہ چودہ سو سال سے روئے زمین پر اتنے تسلسل سے پڑھی جارہی ہے اور ہر وقت، ایک لمحہ میں ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی اس کو مسلسل اور تواتر سے پڑھ رہے ہیں کہ اس کی تلاوت میں ایک لمحہ کا بھی وقفہ نہیں آتا۔ قرآن کے معنی بھی ہیں ''بار بار پڑھی جانے والی کتاب'' دنیا کے سارے مسلمان اس بات پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی اور جو بلا لحاظ قوم وملک اور زمان ومکاں رہتی دنیا تک تمام لوگوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ ہے اور مسلمانوں کے لیے صرف ہدایت ورہنمائی ہی نہیں بلکہ شفا اور رحمت بھی ہے۔

قرآن پاک کا مسلمانوں سے تعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایت ورہنمائی کی حیثیت سے آج بھی اتنا ہے جتنا تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے تھا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کرے، حفظ کرے اور سمجھنے کے لیے دل وجان سے وقت دے۔

ہر مسلمان پر قرآن پاک کے پانچ حقوق: پہلا یہ کہ اسے مانے، دوسرا یہ کہ اسے پڑھے، تیسرا یہ کہ اسے سمجھے، چوتھا یہ کہ اس پر عمل کرے اور پانچواں یہ کہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔

صحابۂ کرام کا حال یہ تھا کہ جب وہ قرآن پڑھتے تو اتنا غور وفکر کرتے اور دوسری آیت اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک کہ پہلی آیت پر عمل نہیں ہو جاتا پھر اس کا حق ادا کرتے، یعنی قرآن کا پڑھنا ہی اس کا حق نہیں بلکہ صحیح معنوں میں اس کا حق یہ ہے کہ اس کو سمجھنا، اس پر عمل پیرا ہونا، دوسرے لوگوں تک اس کا پیغام پہنچانا۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کا سمجھنا، اس پر عمل پھر اس کا حق ادا کرنا صرف علما کی ذمہ داری ہے۔ قرآن کا حق ادا کرنا صرف علماء کی ذمہ داری نہیں بلکہ یہ ذمہ داری پوری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے کیوں کہ قرآن تمام جہاں والوں کے لیے ہے۔

دور حاضر میں قرآن کو پڑھا ضرور جاتا ہے لیکن اس کو سمجھنا اور اس کے حقوق ادا کرنے سے ہم کوسوں دور ہیں۔ انسان قرآن کے حقوق کو اس وقت تک ادا نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ قرآن کو غور وفکر سے نہیں پڑھتا۔ اگر ہم بیدار ہو جائیں اور قرآن پاک سے شعوری تعلق پیدا کر لیں تو ہم اپنے آپ کو سنوار سکتے ہیں، دنیا میں سر بلند ہو سکتے ہیں اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن مقدس کو پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے دوسروں تک اس کے پیغام کو پہنچانے کی کوشش کریں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ بات پہنچانے کی کوشش کریں کہ قرآن کریم مسلمانوں سے کن کن چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے، کن کن کاموں کے کرنے اور کن سے رکنے کا حکم دیتا ہے۔ جو شخص صاحب قلم ہے وہ اپنی تحریروں سے، جو بولنے کی طاقت رکھتا ہے وہ اپنی زبان کے ذریعے سے، جو نشر واشاعت کی طاقت رکھتا ہے وہ ایسی تحریریں اور ایسی کتابیں شائع کرے جن سے قرآنی تعلیمات عام ہوں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا ہے وہ ایسی کتابیں شائع کرے جن سے قرآنی تعلیمات عام ہوں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا ہے وہ (ایسے اصحاب قلم کی مدد سے ایسے لوگوں کی تحریروں کی اشاعت کا بندوبست کرکے) اپنے اس فرض منصبی یعنی تبلیغ دین وقرآن سے عہد برآ ہونے کی کوشش کرے جو لکھ تو سکتے ہیں لیکن اس کے اشاعت کی استطاعت نہیں رکھتے۔

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں ہم اور ہمارا معاشرہ قرآن پاک سے کس قدر وابستہ ہے! قرآن کریم کے ہم پر جو حقوق ہیں انھیں ہم کس حد تک ادا کررہے ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کریم جیسی اس نعمت کی قدر کریں اور یہ بات یاد رکھیں کہ جو نعمت اور نوازش جس قدر عظیم ہوتی ہے اس کی ناقدری کرنے کی صورت میں بازپرش بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی بدولت آخرت میں بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ سرخ رو فرمائے گا اور بعض کو قرآن کریم کی ناقدری کے جرم میں سخت سزا دے گا۔

قرآن کی فریاد: آج قرآن کریم ہم سے فریاد کررہا ہے کہ

ہائے وہ لوگ کہاں گئے جنھوں نے مجھے سینوں اور دلوں سے لگایا۔ اپنی پوری زندگی کو میرے سانچے میں ڈھال لیا۔ اپنی سوچ وفکر، کردار وعمل اور صورت وسیرت کو میرے مطابق بنالیا۔ میرے لیے اپنی جان ومال، اولاد، زر، زمین، زن تک قربان کردی۔ کہاں گئے وہ لوگ جنھوں نے اسلام کا نام بلند کرنے کے لیے ایسی ایسی قربانیاں دیں۔ ایسے امتحانوں سے گزرے کہ دنیا ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے!

آج ہماری قرآن سے وابستگی صرف طاقوں میں سجانے، قول و اقرار، عہد و پیمان کے وقت ہاتھوں میں اٹھانے، محفلوں اور مجلسوں میں ترتیل سے پڑھنے، جھاڑ پھوک، دعا وتعویز، قرآن خوانی کی حد تک رہ گئی ہے۔ ہم مسلمانوں کو اپنے اس روش میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

قرآن صرف مذکورہ باتوں کو ہی عمل میں لانے کے لیے نہیں بلکہ یہ ایک کتاب ہدایت ہے۔ اس کے مطالعہ سے انسان کو ٹھوس اور حقیقی علم حاصل ہوتا ہے۔ جہالت دور ہوکر علم کی روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور انسان کو اپنی ذمہ داریاں بھی معلوم ہوجاتی ہیں۔ آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ صحیح اور غلط میں فرق معلوم ہوتا ہے کیوں کہ یہ حق وباطل میں فرق کرنے والی کتاب ہے۔

آج دنیا کتنی بھی ترقی کرلے کلام اللہ (قرآن) کی پڑھائی کے بغیر کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ قرآن حکیم حکمت سے بھرا ہوا ہے، مومن کی زندگی کے تمام معمولات، تمام شعبۂ حیات پر محیط ہے۔ کھانا پینا، رہن سہن، امانت وخیانت، اخلاق وآداب، تہذیب وتمدن، بغض وحسد، جھوٹ، غیبت، چوری، شرم وحیا، حجاب وپردہ، عفو ودر گزر، صلہ رحمی سے کام لینا، زنا اور شراب سے بچنا، ایفائے عہد، صاف گوئی وحق گوئی (وغیرہ) اس میں ہر چیز کا ذکر ہے۔ قرآن مقدس اہل ایماں کے لیے نسخۂ شفاء، ذریعۂ ہدایت اور باعث رحمت وخیر وبرکت ہے۔ اللہ رب العزت نے اسی قرآن کے ذریعہ صحابۂ کرام کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالا، دشوار گزار راستوں کو ان کے لیے ہموار کیا پھر صحابۂ کرام کی حالت یہ ہوگئی کہ جب وہ قرآن کو سنتے تو وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ بعض صحابہ کرام قرآن کریم کی کسی آیت کو سنتے تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا۔ یقیناً قرآن کریم نے صحابہ کرام پر زبردست اثر ڈالا۔ قرآن نے بھی ان حضرات کے خیالات ورجحانات میں بے پناہ تبدیلی پیدا کی، جس سے ان کے اخلاق یکسر بدل گئے۔ سخت دلی کے بجائے نرم دلی ان کا مزاج بن گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ ابتدائے اسلام میں جو لوگ مسلمان ہوتے ان کو سخت ترین سزا دیتے تھے۔ صحابہ ان کے غیظ وغضب اور گرفت سے ڈرتے تھے اسی وجہ سے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ''یا اللہ! اِن دونوں آدمیوں ابوجہل (عمرو ابن ہشام) یا عمر ابن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے، اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور تقویت عطا فرما'' (سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۰۹، باب مناقب)

اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا قبول فرمالی اور حضرت عمر بن خطاب مشرف باسلام ہوگئے۔ حضرت عمر نے اسلام کیسے قبول کیا۔ کون سی چیز اُن کے دل پر اثر انداز ہوئی کہ ان کا پتھر دل موم ہوگیا؟ انھوں نے جب قرآن مقدس کی سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی چند آتیں سنیں تو اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ کلمۂ حق کی گواہی دی اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔

ہماری غفلت: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مقدس نے صحابہ کرام میں یہ عظیم انقلاب کیسے پیدا کیا کہ ان کو جہالت سے نکال کر روشنی میں داخل کیا۔ ان کے دامن کو رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں سے بھر دیا جب کہ ہم بھی قرآن پڑھتے ہیں لیکن ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی۔ قرآن وہی ہے جو صحابۂ کرام کے دور میں تھا۔ ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی، نہ قیامت تک ہوگی۔ قرآن اپنی اصل صورت میں باقی ہے۔ اس نے صحابہ کرام پر تو زبردست اثر ڈالا، ان کی کایا پلٹ دی لیکن ہمارے درمیان افتراق وانتشار، تعصب اور دین کی عملی مخالفت دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ ہم مسلمان افسوس ناک صورت حال سے دوچار ہیں۔ اسلام کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ نہیں کرتے، قرآن کا مطالبہ ہم سے کچھ ہے اور ہمارے شب وروز کے معمولات کچھ اور، آخر ایسا کیوں؟ جب کہ وہ قرآن جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ ہمارے پاس بھی موجود ہے، عمدہ طباعتوں کے ساتھ اور ہزار ہا ہزار کی تعداد میں، دنیا کے ہر خطۂ اور علاقہ میں اس کے خوبصورت نسخے دستیاب ہیں، یہ سوال بڑا اہم ہے۔ اس کی کئی وجہیں ہیں جن میں سے صرف ایک دو کی ہم مختصر وضاحت کررہے ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے قرآن کو عمل کرنے اور زندگی کے

تمام شعبوں میں اسے نافذ کرنے کے لیے سیکھا۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی فوراً اس پر عمل کرتے ،ٹال مٹول ، بے جا تاویل اور تحقیق ومراجعت کا سہارا نہیں لیا۔ قرآن کی کوئی بھی آیت سیکھی تو اس پر عمل کیا کیوں کہ انھوں نے اللہ رب العزت کے اس فرمان کو پڑھ کر اس پر عمل کیا تھا کہ ''اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔'' (مائدہ:۹۲) جب انھوں نے قرآن مقدس کی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ سنی جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام'' تو وہ سودخوری اور حرام مال کی لین دین سے باز آگئے۔ اسی طرح شراب کے حرام کیے جانے کا واقعہ بہت ہی مشہور ہے۔

اللہ رب العزت نے شراب کو یکبارگی حرام نہیں کیا بلکہ تدریجی طور پر اس کو حرام کیا لیکن جب شراب کی حرمت اور اس سے بچنے کے تعلق سے آخری آیت نازل ہوگئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اے ایمان والو! یقیناً شراب، جوا، بتہ اور پانسے ناپاک شیطانی عمل ہیں ۔اس سے بچو تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ، شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان پھوٹ اور عداوت ڈالے اور تم کو اللہ کے راستے سے روکے اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم باز رہتے ہو۔'' (سورہ مائدہ آیت، ۹۰/۹۱) صحابہ کرام نے شراب کے سلسلے میں جب یہ فیصلہ کن بیان سنا تو بے اختیار پکار اٹھے ''ہم باز آگئے اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔'' جب کہ شراب کی محبت ان کی گھٹی میں پڑی تھی لیکن قرآن کا حکم جب نازل ہوا تو یک لخت اس سے باز آگئے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ اہل عرب نے اپنے گھروں سے شراب کے مٹکوں کو لا کر گلیوں میں پھوڑ دیا اور شراب کے برتنوں سے اس قدر باہر انڈیلا کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نہریں جاری ہوگئیں۔ گویا صحابہ کرام نے بلا تاخیر قرآنی احکام پر عمل کیا اور اس کو اپنی زندگیوں میں نافذ کیا۔ اسی طرح جب کبھی بھی قرآن اور اس کی شرح احادیث مبارکہ کے ذریعہ صحابہ کرام کو کسی امر کا حکم دیا گیا یا، کسی بات سے روکا گیا تو انھوں نے فوراً اس پر عمل کیا۔

ایک مرتبہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کرنا چاہا۔ آپ نے بے رخی برتی، سوال کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سونا مردوں پر حرام کیا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ انھوں نے انگوٹھی نکالی اور زمین پر ڈال دی اور کہا کہ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔

صحابہ کرام کے یہ دل کش نمونے قرآن کو عملی طور پر برتنے کے سلسلے میں تھے اور یہ بات صرف صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جس نے بھی اس سے ہدایت حاصل کرنا چاہا وہ کبھی مایوس نہیں ہوا۔ عرب کے باشندوں نے اسے گلے سے لگایا۔ روم اور ایران کی سلطنتیں ان کے قدموں میں آ کر گریں۔ غلاموں نے جب آنکھوں سے لگایا تو تاج شاہی ان کے سروں کی زینت بنا۔ آج ہم مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں مدرسوں میں قرآن کریم درس وتدریس کے باوجود ایک خلا ہے جو پیر ہونے کا نام نہیں لیتا۔ ہمارے ارادوں میں، ہماری نیتوں میں کہیں کوئی نہ کوئی کمی اور کھوٹ ضرور ہے جو ہم قرآن سے لاکھوں لگاؤ، لاکھوں بناؤ کے باوجود کافی دور ہیں جس کا نتیجہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ ہم مسلمان دنیا کے ہر گوشے میں ذلیل وخوار ہورہے ہیں، ستائے جارہے ہیں، مارے جارہے ہیں اور دوسری بہت سی پریشانیوں سے دوچار کیے جارہے ہیں مگر ہمارے دل بے بسی کے عالم میں ہیں۔ ان پر حالات، واقعات اور حادثات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اسی کے پس منظر میں شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے قرآن پاک اور دور حاضر کے مسلمانوں کے تعلق سے کیا خوب کہا تھا کہ

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کو براہ راست حاصل کیا، اس کی تفسیر بھی آپ ہی سے معلوم کر لی کیوں کہ رسول کریم ﷺ کے اقوال واخلاق، سیرت وکردار قرآن کی عملی تفسیر تھے، اس کے علاوہ انھیں اس بات پر کامل یقین تھا کہ قرآن ہی ہدایت کا سرچشمہ، نور کا منبع، فلاح وکامیابی کا دستور العمل ہے۔ دنیا میں اگر خیر وبرکت، نصرت الٰہی اور تائید غیبی کا نزول ہوسکتا ہے تو اسی سرچشمہ سے۔ وہ قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوئے، اسی کو اپنے تمام مسائل کے حل کا ذریعہ سمجھا۔ ان کے دل قرآن اور اس کی شرح سنت رسول (احادیث کریمہ) سے آباد تھے پھر ہوا یہ کہ قرآن نے ان کے دلوں میں علوم ومعارف کی آبیاری کی۔ اخلاق فاضلہ کو پروان چڑھایا۔ ہر موقع کی ہدایت سے سرفراز کیا۔

صحابہ کرام نے اس سرچشمہ سے خوب خوب کسب فیض کیا، ان کے استفادہ کا مدار قرآن تھا کیوں کہ انھیں احساس تھا کہ قرآن ہی علوم ومعارف اور اخلاق وعقائد کا خزینہ ہے۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم مسلمان قرآن کے ساتھ صحابہ کرام جیسا رویہ نہیں رکھتے بلکہ ہمارے دل ودماغ اس کی عظمت سے خالی ہوتے جارہے ہیں، اس کا اثر یہ ہورہا ہے کہ قرآن کی وہ تاثیر بھی ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں رہی۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بہت سے چینلوں سے متاثر ہیں۔ انٹرنیٹ کی بہت سی سائٹس کو بھی غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں اور ان کو اپنے خیال میں بہتر سمجھتے ہیں جب کہ ان کے مضر اثرات ذہن ودماغ اور افکار ونظریات پر پڑرہے ہیں۔ بعض لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ مغربی تہذیب کو اپنا آئیڈیل تہذیب مانتے اور اس پر جان نچھاور کرتے ہیں اور قرآن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اگر قرآن پڑھتے بھی ہیں تو محض تلاوت وبرکت کے لیے۔ بعض حضرات تو صرف جمعہ کے دن یا رمضان میں قرآن پڑھتے ہیں اور بعض تو صرف خاص موقع پر ہی اس کو سنتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن ایک ضابطۂ حیات اور خیر وبرکت کا سرچشمہ ہے۔

یہ وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہم قرآن سے کما حقہ استفادہ نہیں کر پارہے ہیں اور نہ قرآن ہم پر اثر انداز ہورہا ہے۔ بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہم سبھی مسلمانوں کو قرآن وحدیث کے فرمودات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆استاذ دار العلوم انوار مصطفیٰ سہلاؤ شریف، گرڈیا (رام سر) باڑمیر (راج) 9636739856

رمضان کی چھٹی کو اضافی سمجھ کر اس سے خوب فائدہ اٹھائیں

کیرلا کے شافعی عالم دین ڈاکٹر شاہ الحمید ملباری ڈائریکٹر اسلامی تعلیمی بورڈ آف انڈیا نے جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ نیا نگر میرا روڈ کے جلسۂ تقسیم انعامات میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مدارس کے طلبہ کو شعبان المعظم میں چھٹی دی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے اپنے وطن جاتے ہیں، وطن جا کر اپنی چھٹیاں صرف رشتہ داروں ہی کے گھر نہ گزاریں بلکہ تعلیمی سلسلہ جاری رکھیں کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ خاص فضل فرماتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے سایہ میں پڑھی ہوئی کتابوں کو خوب مطالعہ کرنا چاہئے، پڑھے ہوئے اسباق بار بار پڑھتے رہنا چاہئے کہ بعد رمضان دوبارہ مدرسہ آنے پر کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے، تعطیل کلاں کو محض تعطیل نہیں بلکہ تعطیل کلاں کو اضافی وقت سمجھ کر اس سے خوب فائدہ اٹھائیں، جو بچے اس فارمولے پر عمل پیرا ہوں گے وہ یقیناً اپنے پڑھے ہوئے اسباق کو بھولنے سے محفوظ ہوں گے، ساتھ ہی ساتھ جو کچھ مدرسہ میں پڑھایا جاتا ہے اس کو عملی جامہ پہنانا چاہئے کہ تعلیم کے اظہار کا ذریعہ کردار ہی ہوتا ہے، اگر تعلیم حاصل کرتے رہے اور عمل نہیں کیا تو اس سے تعلیم حاصل کرنے کا مقصد فوت ہوجاتا ہے ، آج مسلمان اپنے مذہب اسلام پر عمل پیرا ہوجائے تو یقیناً اُن کی دنیا وآخرت سنور جائے گی۔

ہر سال کی طرح امسال بھی جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ کا سالانہ اختتامی اجلاس بنام ''جلسۂ تقسیم انعامات'' مورخہ ۱۸ر مئی ۲۰۱۷ء بعد نماز مغرب مولانا اختر حسن قادری اور مولانا افتخار عالم قمر بھاگلپوری کی قیادت وحمایت میں منعقد ہوا، بعد نماز مغرب قاری نواب علی نوری (مدرس) کی تلاوت کلام پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ طلبہ نے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے نعت ومنقبت پیش کیے۔ مولانا اختر حسن قادری نے تقریر کی اور کہا کہ طلبہ اس طرح اپنی کتاب یاد رکھیں کہ ممتحن نمبر دینے پر مجبور ہوں صرف نمبر کی حسرت سے کچھ نہیں ہوتا، میں خوش ہوں کہ جامعہ اسلامیہ کے طلبہ قرآن شریف عمدہ پڑھتے ہیں۔ مولانا افتخار عالم اشرفی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ کپڑے اور لباس کا حسن وجمال اصل نہیں بلکہ اصل حسن وجمال تو علم ہی کا حسن وجمال ہے، جس کے پاس دینی تعلیم کا حسن وجمال ہوتا ہے یقیناً وہ کائنات علم وہنر میں بے تاجدار ہوتے ہیں، جامعہ اسلامیہ اس معنیٰ میں قابل تعریف ہے کہ یہاں جس طرح تعلیم پر توجہ دی جاتی ہے وہیں تربیت کا بھی خاص اہتمام ہے۔ ناظم اعلیٰ مولانا نذیر احمد رضوی کو اللہ سلامت رکھے کہ وہ تعلیم وتربیت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ بانی ادارہ مولانا محمد اختر علی واجدؔ القادری نے ادارہ کی تفصیلی کارکردگی بتاتے ہوئے کہا کہ ہماری کوشش ہے کہ ہم اپنی قوم کے ہر بچے کو تعلیم دیں، احباب کی دعائیں شامل حال رہیں تو ان شاء اللہ ہم اسی طرح اپنے کام جاری رکھیں گے، مولانا موصوف نے طلبہ کو رزلٹ بتاتے ہوئے شعبۂ عالمیت کے حامد رضا، شعبۂ حفظ کے فداء المصطفیٰ اور شعبۂ ناظرہ کے محمد آصف شیخ کو اول پوزیشن حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کی اور تینوں کو ایک ایک ٹرافی اور انعام دیا۔ صلاۃ وسلام کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ جلسہ میں قرب وجوار کے علماء وحفاظ اور عوام وخواص بڑی تعداد میں شریک تھے۔

رپورٹ: قاری محمد آصف رضا برکاتی 9324085470

انوار حدیث

صالح مومنوں کی مقبولیت اور محبوبیت

محمد صلاح الدین رضوی★

ولی، اللہ کا وہ نیک بندہ ہے جو ممکن حد تک اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف ہو، اس کی طاعات پر ہمیشہ کاربند ہو، معاصی سے اجتناب کرنے والا ہو، لذات وشہوات میں مستغرق نہ رہتا ہو۔ کہا گیا ہے کہ جو ولی کامل ہوتا ہے وہ مستحب امور کو بھی ترک نہیں کرتا یہاں تک کہ بندہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغیرہ کے اصرار (تین بار کرنے) پر ولایت سے خارج ہو جاتا ہے۔ (شرح عقائد)

کسی کے ولی ہونے کی ظاہری اعتبار سے عام طور پر دو پہچان بتائی جاتی ہے۔ پہلی پہچان یہ ہے کہ اس کی ولایت پر ائمہ وعلما اور بڑی جماعت کا اتفاق ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ (سورہ مریم ۹۶)

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔ یعنی اپنا محبوب بھی بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں بھی ان کی محبت ڈال دے گا۔

صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں بندہ میرا محبوب ہے تو بھی اس سے محبت رکھ تو حضرت جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر حضرت جبریل آسمانوں میں ندا کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے کو محبوب رکھتا ہے، تم سب بھی اس کو محبوب رکھو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اس کے بعد زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ مومنین صالحین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت ولایت کی دلیل ہے۔

ولی ہونے کی دوسری پہچان یہ ہے کہ اسے دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔ ارشاد نبوی ہے: اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ۔ (تفسیر طبری زیر آیت اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ) اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آ جائے۔

اور نبوت وولایت کوئی کسبی چیز نہیں کہ اعمال صالحہ سے مل جائے بلکہ یہ تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہی سے ملتی ہے لہٰذا، اگر کوئی نبوت کو کسبی کہے تو کافر ہے اور ولایت کو کسبی کہنے والا بد مذہب وگمراہ ہے۔ (زرقانی)

اگر رب کائنات کا فضل وکرم متوجہ ہو جائے تو بڑا گنہگار بھی مقبول بارگاہ ہو جائے۔ بہت ہی مشہور واقعہ ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک ایسا بھی انسان تھا جس کی کثرت گناہ اور فتنہ وفساد سے تنگ آ کر لوگ اسے خلیع بنی اسرائیل یعنی اپنے گناہوں سے بنی اسرائیل کو عاجز کرنے والا کہا کرتے۔

ایک مرتبہ وہ گنہگار بنی اسرائیل کے ایک عابد وزاہد شخص کے قریب سے گزرا تو دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا عابد کے سر پر سایہ فگن ہے۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس کے قریب بیٹھ جاؤں کہ شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی رحمت فرما دے۔ جب وہ عابد کے پاس بیٹھا تو عابد نے سوچا کہ یہ بنی اسرائیل کا فاسق وفاجر اور گنہگار شخص ہے، اس کا میرے پاس بیٹھنا، میرے لیے بڑی شرم وحیا کی بات ہوگی لہٰذا عابد نے اس گنہگار کو اپنے پاس سے اٹھا دیا۔ رب کائنات کو عابد کا یہ عمل بہت ہی ناگوار ہوا، اسی وقت بنی اسرائیل کے نبی کے پاس وحی نازل فرمائی گئی کہ آپ دونوں کو از سرے نو عبادت شروع کرنے کا حکم دیجیے کیوں کہ میں نے (حسن نیت کی وجہ سے) گنہگار کو بخش دیا ہے اور (تکبر کی وجہ سے) عابد کے اعمال کو برباد کر دیا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۳۳۸)

اولیائے کرام کی زبردست عظمت واہمیت قطعی یقینی اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس پر قرآن وحدیث کی دلالت صریحہ واضحہ موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَفِي الْاٰخِرَةِ (یونس ۶۲، ۶۳، ۶۳)

سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف نہ کچھ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انھیں خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

انھیں خوف و غم سے آزاد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں رب تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ بشارتیں پہنچتی رہتی ہیں اور انھیں بشارتیں پہنچنے کی مختلف صورتیں ہیں، مثال کے طور پر: لوگ ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، ان کے دلوں میں اچھے کاموں اور اچھے بندوں کی طرف میلان ہوجاتا ہے، مرنے کے وقت فرشتے کہتے ہیں:

يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔
(الفجر ۲۷، ۲۸، ۲۹،۳۰)

اے مطمئن نفس! لوٹ اپنے رب کی طرف! تو رب سے راضی! رب تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو، میری جنت میں جا۔

دنیا میں انھیں اچھے خوابوں اور الہامات کے ذریعے بتادیا جاتا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا مقبول ہے، قیامت کے دن خود رب کائنات بھی اپنے فضل و کرم کی بشارت دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (التوبہ، ۲۱)

ان کا رب انھیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جس میں انھیں دائمی نعمت ہے۔

جنت میں داخلہ کے وقت فرشتے انھیں بشارت دیں گے:

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (الزمر ۱۳) اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر، تم خوب رہے تم جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے۔

اس آیت کریمہ میں اولیائے کرام کے لیے بشارتوں سے یہی سب بشارتیں مراد ہیں۔ حضرت آصف بن برخیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک بہت ہی باکمال ولی گزرے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان کی عظیم قدرت و طاقت اور علوم مرتبت کا تذکرہ قرآن حکیم میں بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ۔ (النمل ۴۰)

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور! میں حاضر کردوں گا ایک پلک مارنے سے پہلے پھر جب حضرت سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا، یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔

جب ہدہد پرندے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ خبر پہنچائی کہ میں نے ملک یمن کے مقام سبا میں بلقیس نام کی ایک ایسی عورت دیکھی ہے جو لوگوں پر حکومت کررہی ہے اور وہ عورت اپنی قوم سمیت سورج کی پوجا کرتی ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے نام پر ایک خط تحریر فرما کر ہدہد پرندے کے حوالہ کردیا کہ دیکھو! تم مجھ پر بلندی نہ چاہو بلکہ اپنے درباریوں کے ساتھ میرے حضور مطیع ہوکر حاضر ہوجاؤ۔

ہدہد نے یہ خط بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ خط دیکھ کر بلقیس لرز گئی، ایان مملکت سے مشورہ طلب کیا کہ اس وقت کون سی صورت حال اختیار کی جائے تو سب نے یہی کہا کہ ہم زور والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں۔ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ آپ کی طرف سے جو حکم ہوگا فرمانبرداری کی جائے گی۔

بلقیس نے جنگ کی طرف ان کا میلان دیکھا تو انھیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ جنگ اچھی چیز نہیں، اس سے ملک تباہ و برباد ہوجاتا ہے لہٰذا میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں اگر وہ بادشاہ ہیں تو بخوشی قبول کرلیں گے اور ہم جنگ سے چھٹکارا پاجائیں گے لیکن اگر وہ نبی ہیں تو یہ ہدیہ ہرگز قبول نہ کریں گے اور اس کے سوا کہ ہم ان کے دین کی اتباع کریں کسی اور بات سے ہرگز راضی نہ ہوں گے۔

اس کے بعد بلقیس نے پانچ سو غلام اور پانچ سو باندیوں کو بہترین لباس و زیورات سے آراستہ کیا پھر سنہرے بیل بوٹے والے زینوں پر سوار کرکے سونے کی پانچ سو اینٹوں اور جواہرات سے جڑے ہوئے تاج اور مشک و عنبر کے علاوہ اپنے قاصد کو ایک خط کے ساتھ روانہ کیا۔ جب یہ وفد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نہ دنیا سے خوشی ہوتی ہے اور نہ اس کی حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا کثیر مال عطا فرمایا ہے جو اوروں کو نہیں دیا۔ اس کے

باوجود اس نے مجھے نبوت سے بھی مشرف فرمایا ہے۔تم یہ ہدیہ واپس لے جاؤ۔ان سے کہہ دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر حاضر نہ ہوئے تو ہم ان پر ایسی سخت فوج کشی کریں گے جس کی وہ تاب نہ لا سکیں گے۔

جب یہ لوگ واپس ہوئے اور بلقیس کے سامنے تمام واقعات بیان کیا تو اس نے کہا بے شک وہ نبی ہیں ہمیں ان سے مقابلے کی طاقت نہیں پھر اس نے اپنا تخت سات کمروں کے اندر رکھا، ہر دروازے پر تالا بھی لگایا، ہر دروازے پر پہرے دار بھی مقرر کیا۔ اس کے بعد بھاری لشکر کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہوگئی کہ دیکھیں وہ کیا حکم دیتے ہیں۔ جب ایک فرسنگ (تین میل) کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا، تم میں سے کون ہے جو بلقیس اور اس کے درباریوں کو مسلمان ہو کر یہاں آنے سے پہلے ہی اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔

اس کے تخت کو اتنی جلدی میں اپنے پاس لانے سے آپ کا مقصد اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھانا تھا۔آپ کے اس فرمان کو سن کر ایک سرکش جن نے کہا کہ آپ کے اس اجلاس کو برخاست ہونے سے پہلے میں اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کردوں گا (آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک چلتا تھا) حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔

اس پر اللہ تعالیٰ کے ایک ولی حضرت آصف بن برخیا نے عرض کیا حضور! میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے ہی اس تخت کو حاضر کردوں گا۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا حاضر کرو، حضرت آصف بن برخیا نے ایک ہی لمحہ میں اسے وہاں حاضر کردیا، وہ تخت زمین کے نیچے چلتا ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نمودار ہوا۔ (جلالین شریف، مع حاشیہ)

حضرت آصف بن برخیا اللہ تعالیٰ کی عطا سے کتنی زبردست قدرت وطاقت کے حامل تھے کہ تخت بلقیس جو ملک یمن میں تھا اور اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام دو مہینے کی راہ پر بیت المقدس میں تھے اور وہ تخت اسی ہاتھ لمبا چالیس ہاتھ چوڑا، تیس ہاتھ اونچا تھا، وہ کافی محفوظ طریقے سے رکھا بھی گیا تھا، اسے انھوں نے ایک ہی لمحہ میں حاضر دربار کردیا۔ (ایضاً)

حضرت عمر بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک دن جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار ارشاد فرمایا یا ساریۃُ الجبل یا ساریۃُ الجبل، یاساریۃ الجبل۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ، اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ، اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔اس کے بعد پھر خطبہ دینے میں مصروف ہوگئے۔

نماز کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور درمیان خطبہ یا ساریۃُ الجبل(۳بار) فرمانے سے آپ کا مقصد کیا تھا؟ حضرت فاروق اعظم نے ارشاد فرمایا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی کہ میں ایسا کہنے پر مجبور ہوگیا تھا کیوں کہ میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور کفار اُن کو آگے پیچھے سے نرغے میں لیے ہوئے ہیں تو مجھ سے برداشت نہ ہوسکا، میں کہنے لگا کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔اس واقعہ کے چند دنوں کے بعد حضرت ساریہ کا ایک قاصد خط لے کر حضرت فاروق اعظم کی بارگاہ میں پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا کہ حضور ہم لوگ جمعہ کے دن کفار سے جنگ کر رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے، عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی یا ساریۃ الجبل اس آواز کو سن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے پھر جب ہم نے حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دے دی اور ہم نے انھیں قتل کر ڈالا۔ (دلائل النبوہ، مشکوٰۃ، ص ۵۴۶)

یہ جنگ ایران کے مقام نہاوند میں لڑی جا رہی تھی اور حضرت عمر فاروق اس وقت مدینۃ المنورہ میں مسجد نبوی شریف کے ممبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔اتنے لمبے فاصلے کے باوجود آپ نے جنگ کو ملاحظہ بھی فرمالیا، اپنی آواز بھی وہاں تک پہنچا دی کیوں کہ آپ کی آنکھوں اور زبان میں ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کی جلوہ گری تھی جس کی بنیاد پر یہ عظیم کارنامہ انجام پذیر ہوگیا۔

علامہ شطنوفی رقم طراز ہیں کہ ایک دن بغداد شریف کا ایک مشہور تاجر ابو غالب فضل اللہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ حضور آپ کے نانا جان کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کسی شخص کو دعوت دی جائے تو اسے وہ دعوت قبول کر لینی چاہیے۔ میں بھی دعوت دینے ہی کے لیے حاضر بارگاہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت مل گئی تو چلا جاؤں گا پھر آپ نے کچھ دیر مراقبہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا جاؤ میں تمھارے گھر آؤں گا پھر جب

مقررہ وقت پر آپ وہاں پہنچے تو علما و مشائخ وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔ آپ کے پہنچتے ہی دسترخوان بچھایا گیا، اسے طرح طرح کے کھانوں سے سجادیا گیا، اس کے بعد ایک بہت بڑے ٹوکرے کو دو شخصوں نے اٹھا کر دسترخوان کے کنارے پر رکھ دیا۔

پھر تاجر ابو غالب نے عرض کیا حضور اب کھانا شروع کیا جائے لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا، بدستور سر کو جھکائے رہے پھر آپ کے حکم سے اس ٹوکرے میں کوئی اور نہیں بلکہ خود صاحب خانہ ابو غالب کا فرزند تھا جو مادر زاد اندھا بھی تھا، مفلوج و کوڑھی بھی تھا۔ سرکار غوث الاعظم نے اسے دیکھتے ہی فرمایا قم باذن اللہ۔ اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا۔ بس پھر کیا تھا اسی وقت وہ لڑکا تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد جب یہ خبر شیخ ابو سعید قیلوی تک پہنچی تو انھوں نے بھی اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہاں شیخ عبد القادر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مردوں کو جلاتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۶۳)

دیکھیے سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ جو ٹوکرے کے اندرونی حالات سے واقف ہو گئے اور آپ نے اس لڑکے کو تندرست و توانا بھی بنا دیا، اسی لیے کہ آپ کی آنکھوں اور زبان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت کی جلوہ گری تھی جس کی بنیاد پر یہ عظیم کارنامہ انجام پذیر ہو گیا۔ سچ پوچھیے تو اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کی زبان میں یہ طاقت اس لیے آجاتی ہے کیوں کہ وہ حلال کھاتے ہیں، سچ بولتے ہیں، رب سے ڈرتے ہیں بلکہ اپنے رب کے ڈر سے سہمے جاتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ انھیں یہ خوبیاں عطا فرماتا ہے۔ حالاں کہ ہم لوگ صرف رمضان کے مہینے میں یہ خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور عید کی نماز پڑھتے ہی روز کی طرح ہو جاتے ہیں، صرف روزہ کی حالت میں رمضان المبارک کے مہینے میں رزق حلال، صدق مقال اور خیر خواہی کا خیال رہتا ہے۔ اسی لیے اُن دِنوں میں بھی ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

☆☆☆

☆استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، ضلع سیتامڑھی (بہار)
8051565474

فون اور موبائل کے ذریعہ روزے کے اوقات اور دوسری معلومات

دھارواڑ ضلع میں انجمن اسلام ایک نیا تشکیل شدہ ادارہ ہے جو ملک وملت میں اتحاد اور فلاح و بہبودی کے لیے کوشاں ہے۔ مذکورہ ادارے کی جانب سے غالباً ہمارے ملک ہندوستان میں بالکل پہلی دفعہ قوم مسلم کی خدمت کی خاطر ایک انوکھا تحفہ رمضان کے روزوں کے اوقات کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ عموماً سحری یا، افطار کے اوقات جاننے کے لیے عوام، مسجد سے ہونے والے اعلان یا نظام الاوقات والے پمفلٹ پر منحصر ہوتے ہیں مگر مساجد سے دور رہنے والے یا دیہات میں بسنے والوں کو روزمرہ یہ اوقات جاننے میں کافی دِقّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے روزہ داروں اور گھروں میں موجود ماؤں بہنوں کی سہولت کے لئے اِس ادارہ نے پہلی مرتبہ IVR سروس کا استعمال کر کے روزے کے اوقات کی معلومات فراہم کی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہات ہو یا شہر میں موبائل کا استعمال عام ہے اور اکثر رہائش گاہوں میں لوگ ٹیلیفون رکھتے اور استعمال کرتے ہیں۔ اس سسٹم میں فون یا موبائل سے ایک نمبر 880768768 ڈائل کرنا ہوتا ہے، آپ کو جواب میں ایک آواز جو کہ پہلے سے ریکارڈ شدہ ہوتی ہے سنائی دیتی ہے اور آپ سے مخاطب ہو کر روزے کے اوقات اردو میں جاننے کے لیے 1 دبانے اور کنڑا میں سننے کے لئے 2 یا نیت ودعا سننے کے لئے 3 دبانے کی درخواست کی جاتی ہے۔ آپ جو بھی نمبر دباتے ہیں اس کے مطابق آپ کو فوراً صاف صاف جانکاری دی جاتی ہے۔

جناب الحاج جمال الدین ہڑگلی صاحب سکریٹری، دھارواڑ ضلع انجمن اسلام، نے کہا کہ کمیٹی شکر گزار ہے حضرت مولانا ظہیر الدین قاضی صاحب، چیف قاضیٔ شہر، ہبلی کا جنھوں نے روزہ کے نظام الاوقات مہیّا کیے اور مفتی محمد علی قاضی مصباحی صاحب کا کہ جنھوں نے اپنی خوبصورت آواز میں ریکارڈنگ کروائی۔

Secretary: Dharwad District Anjuman E Islam Hubli ,Mobile: 94483 26177

شرعی احکام

کیش لیس نظام میں زکوٰۃ کی ادائیگی کیسے ہو؟

مفتی محمد نظام الدین رضوی★

(۱) چیک یا ڈرافٹ کو رقم تصور کر کے اس کے ذریعے حیلۂ شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) فقیر کے بینک اکاؤنٹ میں زکوٰۃ کی رقم ٹرانسفر کر کے حیلہ شرعی کروایا جا سکتا ہے یا نہیں جب کہ حکومت سارا لین دین بینک کے ذریعے کرنا چاہتی ہے۔ (۳) حکومت کے موجودہ نظام کے پیش نظر اب بڑی رقم بینک سے نکالنا مشکل ہے، اسی صورت میں مدرسے کی زکوٰۃ کی رقم سے کچھ روپے نکال کر حیلہ شرعی کروالیا جائے پھر اسی رقم کو بقیہ رقم کے حیلے کی نیت سے بار بار حیلہ شرعی کروالیا جائے تو کیا ساری رقم کا حیلہ ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے حالات میں کیا کیا جائے؟

مستفتی: سید افسر ربانی راشد میاں، دارالعلوم ربانیہ، باندہ (یوپی)

حکم شرعی: (۱) چیک یا ڈرافٹ مال نہیں بلکہ مال کی سند ہے اس لیے چیک یا ڈرافٹ کا حیلہ عبث ولغو ہے۔ حیلے میں یہ ضروری ہے کہ مالِ زکوٰۃ کا مالک فقیر کو بنا کر اس پر اسے قبضہ دے دیا جائے اور یہاں مال کا شرعاً کوئی وجود ہی نہیں۔

اس کی تشریح مختصراً یہ ہے کہ چیک (Cheque) نہ مال ہے، نہ متقوم کہ چیک نام ہے ایک خاص قسم کے مکتوب وتحریر کا۔ معاشیات کی معتمد کتاب ''جدید طریقہ تجارت'' میں ہے:

''چیک ایک غیر مشروط حکم نامہ ہوتا ہے جو کسی خاص بینک پر لکھا جاتا ہے جس پر لکھنے والے کے دستخط ہوتے ہیں۔''

اس سے ثابت ہوا کہ چیک کاغذ کا نام نہیں بلکہ وہ ''تحریری حکم'' ہے، ہاں تحریر چوں کہ کاغذ کے ساتھ پائی جاتی ہے اس لیے کاغذ چیک کے مفہوم میں تبعاً وضمناً شامل ہے مگر بنائے احکام اصل ومتبوع ہوتا ہے، نہ کہ تابع جو ضمنی وغیر مقصود ہوتا ہے اس لیے اعتبار چیک یا ڈرافٹ کے کاغذ کا نہ ہوگا۔

لوگوں کے مقاصد کے پیش نظر اس معاملے کا جائزہ لیا جائے تو اس سے بھی یہی حقیقت اجاگر ہو کر سامنے آتی ہے کہ کوئی بھی شخص چیک کی بنیاد پر جب کسی پارٹی سے روپے لیتا ہے تو فریقین میں سے کوئی بھی چیک کا کاغذ لینے، دینے یا خریدنے بیچنے کا قصد نہیں کرتا بلکہ ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ اس کاغذ پر جو رقم لکھی ہوئی ہے اسی کی بنیاد پر یہ معاملہ ہوتا ہے تو مدار اُسی تحریر وحکم پر ہے، کاغذ پر نہیں۔ فقہا فرماتے ہیں:

الامور بمقاصدھا (الاشباہ والنظائر لابن نجیم)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا لِامْرِیٍٔ مَّا نَوٰی۔ (رواہ الامام البخاری فی صحیحہ)

ہاں! چیک اور ڈرافٹ کا کاغذ بجائے خود نفیس ومتقوم ہوتا ہے مگر ان کی قیمت نرخ بازار کے لحاظ سے تین چار روپے یا کم وبیش ہو سکتی ہے جو اس پر لکھے ہوئے روپے سے بہت ہی کم ہے اور یقینا یہاں وہ تین، چار روپے ملحوظ ومقصود نہیں ہوتے اس لیے چیک یا ڈرافٹ کو مطلوبہ رقم تصور کرنا غلط ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، فقہا فرماتے ہیں:

لاعبرۃ بالظن الیقین خطاء ہ (الاشباہ و النظائر) لہٰذا چیک یا ڈرافٹ کا حیلہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ صورت ممکن نہیں کہ فقیر کو بتا کر اس کے بینک اکاؤنٹ میں زکوٰۃ کی رقم بہ نیت تملیک جمع کر دیں پھر وہ مدرسے کے بینک اکاؤنٹ میں بہ نیت تعاون ٹرانسفر کر دے مگر یہاں یہ امر زیر غور ہے کہ صرف اکاؤنٹ میں رقم کا اندراج قبضہ ومفید ملک ہے یا نہیں؟ اس باب میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔ شارح بخاری، نائب مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رجحان پہلے ہی سے یہ تھا کہ کھاتے میں اندراج قبضہ وملک ہے اور آج بھی بہت سے علمائے اہل سنت یہی موقف رکھتے ہیں اور اب یہ عاجز بے مایہ بھی استحساناً وتیسیراً یہی موقف اختیار کرتا ہے، کیوں کہ

☆ آن لائن کاروبار عالمی سطح پر جاری ہو چکا ہے جس میں مال اپنے یا اپنے وکیل کے ہاتھ میں کم ہی آپاتا ہے اور زیادہ تر سامان کی

بیع در بیع یوں ہی ہوتی رہتی ہے اور کرنسی بھی مختلف لوگوں کے اکاؤنٹ میں بغیر کسی کے ہاتھ آئے ٹرانسفر ہوتی رہتی ہے۔

☆مختلف مواقع پر ایک دوسرے کے اکاؤنٹ میں کرنسی جمع کر کے قرض یا زادراہ، نذرانہ، تحفہ اور امداد وغیرہ کے نام پر لین دین بھی شروع ہو چکا ہے اور حال یہ ہے کہ لوگ اکاؤنٹ میں اندراج کو ہی کافی سمجھتے اور اس میں تصرفات مالکانہ کرتے ہیں۔

☆اب ''کیش لیس نظام'' نے تنخواہ، اُجرت، ثمن، قیمت، امانت، کفالہ، حوالہ، قرض، ضمان، ہبہ، تصدق، رہن، دیت، زکوٰۃ، صدقات، مال مباح وغیرہ سب میں اکاؤنٹ میں اندراج کو قبضے کے قائم مقام کر دیا ہے اور اب تو صورت حال یہ ہے کہ اسے قبضہ مانے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں رہ گیا ہے، تو اب عام تفاہم ورواج اور قانون وضرورت کی بنا پر استحساناً بینک اکاؤنٹ میں اندراج قبض بالید (ہاتھ میں لینے) کے قائم مقام تسلیم ہونا چاہیے، اس طرح کے حالات میں بہت سے مقامات پر فقہانے معدوم کو موجود مان کر حکم شرعی جاری کیا ہے اس لیے یہاں بھی ''ہاتھ میں نہ لینے'' کے باوجود اسے حکماً قبضہ ماننا چاہیے۔ بنابریں سوال کے حیلے کی مذکورہ صورت جائز ودرست ہونی چاہیے۔ اس صورت میں حیلے کا طریقہ یہ ہوگا کہ کسی معتمد، خدا ترس فقیر کو مدرسے کی ضرورت اور اپنے مقصد سے بخوبی آگاہ کریں پھر اسے بتا کر اس کے بینک اکاؤنٹ میں چیک یا ڈرافٹ جمع کریں، جب روپے اس کے اکاؤنٹ میں درج ہو جائیں تو اس سے مدرسے کے نام چیک حاصل کر لیں۔

یہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے اکاؤنٹ میں روپے جمع کرنے سے پہلے ہی اس سے چیک وصول کر لیں اور یاد رہے کہ نہ فقیر بدعہدی کرے نہ مہتمم، ورنہ وہ بدعہدی کے اور بسا اوقات غصب مال کے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ یہ تو ایک تحقیق کی بنا پر حیلے کی ایک صورت ہوئی، مگر یہ مسئلہ ابھی مجلس شرعی میں زیر غور ہے اور اس پر عمل درآمد میں کچھ خرابیاں بھی در آسکتی ہیں اس لیے مجلس شرعی کے فیصلے تک اس صورت پر عمل موقوف رکھا جائے **۔ھذا ما عندی و العلم بالحق عند ربی، وھو تعالیٰ اعلم۔**

(۳) حکومت کے موجودہ نظام ''کیش لیس'' کے پیش نظر یہاں یہ صورت بجا اور قابل عمل ہے کہ مدرسے میں حیلہ شرعیہ کے لیے ایک مالی فنڈ بقدر کفایت قائم کر لیا جائے اور جتنی رقوم مدرسے کے اکاؤنٹ میں زکوٰۃ وغیرہ دینے والے صدقات واجبہ جمع کریں ان سب کی طرف سے حیلہ اسی فنڈ سے کرایا جائے اور اگر وہ فنڈ کافی نہ ہو تو دو چار بار یا اس سے زیادہ بار بھی فقیر کو ایک ہی رقم لوٹا لوٹا کر حیلہ کراتے رہیں، یہاں تک کہ پوری زکوٰۃ ادا ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ادارے کی حیثیت وکیل زکوٰۃ کی ہے اور وکیل زکوٰۃ کو یہ اختیار ہے کہ زکوٰۃ کے لیے جو رقم دی گئی ہے وہ رقم نہ دے کر کسی اور رقم سے زکوٰۃ ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

الوکیل بدفع الزکوٰۃ اذا امسك دراھم الموکل و دفع من ماله لیرجع ببدلها فی دراھم الموکل اصح، بخلاف ما اذا انفقها اولا علی نفسه مثلاً، ثم دفع من ماله فھو متبرع۔ (ردالمحتار: ج ۲، ص ۲۹۳، کتاب الزکوٰۃ، دار الفکر)

درمختار میں ہے: **ولو تصدق بدراھم نفسه اجزاء، ان کان علی نیة الرجوع، و کان دراھم الموکل قائمة۔**

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے:

فیه اشارة الی انه لا یشترط الدفع من عین مال الزکوٰۃ، لذا لو امر غیره بالدفع عنه جاز (ردالمحتار: ج ۲، ص ۲۹۲، کتاب الزکوۃ)

البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

ولم یشترط ایضاً الدفع من عین مال الزکوٰۃ لما قدمنا من انه لو امر انساناً بالدفع عنه اجزاء۔ (البحر الرائق: کتاب الزکوۃ، ج ۲، ص ۳۷۰، ۳۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اِن جزئیات کا خلاصہ بہار شریعت میں اس طرح ہے:

زکوٰۃ دینے والے نے وکیل کو زکوۃ کا روپیہ دیا، وکیل نے اسے رکھ لیا اور اپنا روپیہ زکوۃ میں دے دیا تو یہ جائز ہے، اگر یہ نیت ہو کہ اس کے عوض موکل کا روپیہ لے لے گا۔ (ج ۵، ص ۲۰)

اِن جزئیات سے معلوم ہوا کہ عین مال زکوٰۃ سے تملیک فقیر ضروری نہیں بلکہ یہ بھی کافی ہے کہ وکیل اپنے پاس سے یا دوسرے سے قرض لے کر زکوۃ دہندہ کی تملیک فقیر کر دے پھر بعد میں زکوٰۃ میں آئے ہوئے مال کو اس کے بدلے میں لے لے۔

ہاں ان جزئیات سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ زکوٰۃ والے دراہم یا روپے بعینہ موجود ہونا ضروری ہے: **''وکان دراھم**

الموکل قائمۃ۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے خرچ کرلے پھر بعد میں اپنے پاس سے ادا کرے اور چیک وڈرافٹ والے اس مسئلے کو موکل کے دراہم یا روپے بعینہ موجود نہیں ہوئے تو پھر اپنے پاس سے یا مخصوص مالی فنڈ سے حیلہ شرعی کیوں کر درست ہوگا؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ صاحب مال مدرسے کو دراہم یا روپے نہیں بھیجتا بلکہ چیک یا ڈرافٹ بھیجتا ہے اور ان کو بھنانے پر بھی صاحب مال کے جمع کردہ عین روپے نہیں ملتے بلکہ ان کے مثل روپے ہی ملتے ہیں تو وہ مدرسے کو ''مثل دراہم'' کا ہی وکیل بناتا ہے اور وہ ضرور موجود ہوتے ہیں۔

ان جزئیات کا مقصود یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وکیل زکوٰۃ والے روپے اپنے مصارف میں خرچ کرلے پھر اپنے پاس سے فقرا کو دے دے کہ اس طرح کے تصرف سے امانت میں خیانت ہوگی اور عین مال زکوٰۃ خرچ ہوجانے سے موکل کی زکوٰۃ بھی نہ ادا ہوگی کہ وہ مال تو خرچ ہوکر ہلاک ہوگیا۔

لیکن چیک وڈرافٹ والے اس مسئلے میں عین مال زکوٰۃ نہیں آیا بلکہ مثل مال زکوٰۃ کی سند ملی ہے اور مثل مال میں کوئی تصرف کرنے سے پہلے ہی مدرسے کا مہتمم یا ذمے دار مخصوص مالی فنڈ سے حیلہ کرالے تو اس کی صحت میں شرعاً کوئی خرابی نہ ہوگی کہ مدرسے نے نہ تو مثل مال میں کوئی تصرف کیا، نہ وہ ہلاک ہوا، لہٰذا یہ حیلہ صحیح ودرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

☆صدر شعبہ افتاء وصدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور

قرآن پڑھنے کے ساتھ اُس پر عمل کرنا بھی ضروری

مدرسہ ابراہیمیہ جامعۃ القرآن مسجد خلیل اللہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی ''قرآن کانفرنس'' میں علمائے کرام کا خطاب

۲۱ مئی ۲۰۱۷ء بروز اتوار بعد نماز عشا خطاب کرتے ہوئے بٹلہ ہاؤس نئی دہلی کے امام وخطیب نے کہا کہ فرمان نبوی ہے کہ تم میں بہتر وہ شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ اللہ نے قرآن پڑھنے والوں کے لئے اس کو یاد کرنا آسان بنادیا ہے۔ دنیا میں سیکڑوں مذاہب ہیں، مگر دین اسلام ہی انسانوں کے لئے نیچرلی رول ماڈل دین ومذہب ہے، دین اسلام پچھلے چودہ سو سالوں سے انسانی دل ودماغ پر حکومت کررہا ہے، یہ اس کے فطری ہونے کا نتیجہ ہے اور دین اسلام کی فطرت پسندی اور سہل روی انسانوں کے لئے ہمیشہ کشش کا باعث رہی ہے، جب کہ پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ اور قرآن، کردار وعمل کے لئے نمونہ ہے۔ قرآن پاک نے پیغمبر اسلام کی سیرت کو انسانوں کے لئے رول ماڈل اور نمونہ قرار دیا ہے۔ اس عقیدے اور حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے مدرسہ ابراہیمیہ جامعۃ القرآن مسجد خلیل اللہ کے بانی ومہتمم مولانا حکیم یعقوب علی خان قادری امام وخطیب مسجد خلیل اللہ نے سالانہ روداد تعلیم پیش کیا۔ جلسے کا آغاز حافظ محمد رُمان کی تلاوت سے ہوا، اس کے بعد مدرسہ کے مقامی وبیرونی، صبح وشام کی شفٹ کے طلبا وطالبات اور شعبہ حفظ وقرأت کے طلبہ نے مختلف طرح کے ثقافتی، مکالمہ جاتی اور مظاہرۂ حسن ترتیل وقرات اور خطابت کے پروگرام پیش کیے۔ پہلی کلاس کی ننھی طالبہ اقرأ نے اول مقام حاصل کیا، تقریر کے مقابلہ میں درجہ حفظ کے ایک ننھے طالب علم حافظ محمد عمر نے اول مقام حاصل کیا۔ نعت ومنقبت کے مقابلہ میں دوسری ننھی طالبہ عالیہ نے اول مقام حاصل کیا، سورتوں کے انگریزی ترجمہ کے مقابلہ میں حافظ سکندر خان ابراہیمی نے اول مقام حاصل کیا۔ اس کے بعد مدرسہ ابراہیمیہ مسجد خلیل اللہ سے فارغ ہونے والے چار حفاظ کرام حافظ سید محمد شاکر ابراہیمی، حافظ محمد جیش ابراہیمی، حافظ محمد سکندر خاں ابراہیمی اور حافظ محمد نوید الحسن ابراہیمی کے سروں پہ دستار حفظ سجائی گئی پھر مقابلہ میں حصہ لینے اور شریک ہونے والے تمام طلبا کو بارگاہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے سجادہ نشیں شیخ عبدالحق فرحان حقی ثمری کے ہاتھوں ترغیبی انعامات سے نوازا گیا پھر مہمان خصوصی شیخ طریقت شاہ محمد انور علی سہیل فریدی سجادہ نشین خانقاہ فریدیہ آبادانیہ بدایوں شریف نے عوام وخواص اور حفاظ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پڑھنے اور یاد کرنے کے ساتھ اُس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور حفظ کرلینے کے بعد یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔ شعبہ حفظ وقرأت کے استاذ حافظ وقاری محمد آفتاب عالم غازی پوری، شعبہ ناظرہ ودینیات کے اساتذہ حافظ محمد سجاد ابراہیمی، حافظ مشتاق احمد ابراہیمی، حافظ عبدالکلام اور انگریزی کے استاذ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں بھی ترغیبی انعامات سے نوازا گیا۔ شیخ طریقت سہیل فریدی کی دعاؤں پہ سالانہ جلسہ ختم ہوا۔ سالانہ اجلاس میں سید فراز احمد آمری

فقہی مسائل

طلاق کیوں، کب اور کیسے؟

محمد علی قاضی، مصباحی جمالی★

ہر بس، ہر ٹرین اور ہر پلین میں یعنی ہر مسافر بردار سواری میں ایک دروازہ ہے یا کئی دروازے ہیں کہ جو مسافروں کو اندر داخل ہونے یا سواری سے باہر نکلنے کے لئے بنائے گئے ہیں مگر ہر سواری میں ایک ایمرجنسی ڈور (Emergency Door) بھی ہوتا ہے تا کہ حادثات و ناگہانی حالات میں مسافروں کو فوری طور پر سواری سے باہر نکال کر ان کی جان بچائی جا سکے۔ اگر یہ ایمرجنسی ڈور یا ونڈو مسافر بردار سواری میں نہ ہو تو سرکاری ٹرانسپورٹ ڈپارٹمنٹ ایسی سواری کو چلانے کی قانونی پرمیشن (Legal Permit) نہیں دے گا۔

اسی طرح جب کسی ادارے، تنظیم یا کمپنی کا کوئی دستور، قانون یا لائحہ عمل (By-Laws) بنایا جاتا ہے تو اس سے وابستگی یا اُس میں رکنیت کے لئے دستور میں جہاں بہت سی شرائط لکھے ہوتے ہیں وہیں ادارے یا تنظیم سے وابستہ شخص کو ضرورت پڑنے پر رکنیت سے خارج کر دینے کے اصول بھی درج ہوتے ہیں تا کہ دستور کی خلاف ورزی کرنے یا ادارے کے مفادات کو زک پہنچانے کی صورت میں فوراً اُسے مذکورہ ادارے یا تنظیم سے باہر کیا جا سکے۔ ادارے کے دستور میں اگر ادارے سے وابستگی اور اس کی رکنیت کے شرائط کے ساتھ ساتھ ادارے سے وابستگی ختم کرنے یا اُس کی رکنیت سے کسی کو خارج ہو جانے یا خارج کر دیے جانے کے قوانین وضوابط مذکور نہ ہوں تو ایسا دستور نہ صرف نامکمل کہلائے گا بلکہ ایسے دستور کو قانونی منظوری (Registration Approval) بھی نہ ملے گی۔

ٹھیک اسی طرح سے نکاح کی تعلیم اور قانونِ ازدواج کے ساتھ اگر طلاق کے قانون کا ذکر نہ ہوتا تو نکاح کی تعلیم ناقابل عمل اور نکاح کا فلسفہ نامکمل رہ جاتا۔ اس لئے قانون طلاق کوئی بے ربط وضبط اور غیر قیاسی عمل نہیں بلکہ یہ ایک انتہائی معقول وسائنٹفک اور پرامن قانونی طریقہء انفساخِ نکاح (Dissolution of Marriag) ہے۔

مگر افسوس کہ کوئی قانون طلاق یا طلاق ثلاثہ کو بے جوڑ کہہ رہا ہے تو کوئی اُسے بے ضابطہ بتلا رہا ہے (مرکزی حکومت کے سپریم کورٹ نمائندہ اٹارنی جنرل جناب موکول روہتگی طلاق کے عمل کو بے جوڑ (Completely Incongruous) اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا کی حمایت میں نمائندگی کرنے والے سپریم کورٹ کے سینئر وکیل جناب کپل سبل جی اِس کو گناہ اور بے ضابطہ و بے قاعدہ (Sinful & Irregular) کہہ رہے ہیں اور سابق مرکزی وزیر، سینئر کانگریسی رہنما سلمان خورشید طلاق ثلاثہ کو گناہ کا نام دے رہے ہیں)

یاد رکھیں کہ جانبین میں جب تک نبھاؤ ہے تو نکاح کی عظمت باقی اور نکاح محفوظ و محترم ہے اور عاقدین میں جب ٹکراؤ پیدا ہوا تو سمجھو کہ شیشۂ نکاح چکنا چور، رشتۂ ازدواج منقطع ہونے کو ہے۔ زوجین کی شرعی وقانونی محبت کا نام نکاح ہے اور زوجین سے جب محبت ومودّت کلی طور پر ختم ہو جائے تو اُس کی آخری قانونی صورت طلاق ہے تا کہ زوجین کے مابین روز روز کی نفرت وعداوت اور دائمی فساد وعناد کو ہمیشہ کے لئے ختم کر کے انہیں رشتۂ ازدواج سے آزاد کر دیا جائے اور اپنی مرضی سے ازسرنو ایک نئے شریک حیات کے ساتھ انہیں وابستہ ہونے کا اخلاقی وقانونی موقعہ دیا جائے۔ اس لئے طلاق قتل، چوری اور مار پیٹ کی طرح کوئی جرم نہیں کہ طلاق دینے پر طلاق دینے والے کو مجرم سمجھ کر اُسے سزا دی جائے یا معاشرے میں اُس کو معتوب کیا جائے بلکہ طلاق دراصل ایک قانون ہے۔

قانون کا صحیح استعمال کرنا بذات خود قانون کی پاسداری ہے جس طرح کسی بھی قانون کا غلط استعمال کرنا قانون کی خلاف ورزی ہو کر جرم ہو جاتا ہے۔ اس لئے طلاق جرم ومعصیت (Crime & Sin) نہیں بلکہ ابغض الحلال ہے یعنی سخت ناپسندیدہ عمل ہونے کے باوجود ناگزیر حالات میں ازدواجی زندگی کی شاہراہ سے باہر (Exit) ہونے کا ایک راستہ ہے۔ جس طرح خرابی شکم کے باعث شکم کی صفائی کے لئے کبھی ڈاکٹر جُلّاب یعنی دست آور دوا دیتا ہے تو کبھی بہت زیادہ

پیٹ بھر کے کھا لینے یا پہلی غذا کے ہضم ہونے سے پہلے دوسری غذا کے استعمال کرنے سے پیدا ہونے والی سخت بے چینی کا فوری علاج کرنے کے لئے قے آور گولی تجویز کرتا ہے تا کہ مریض کسی بڑی ہلاکت کا شکار نہ ہوجائے۔

غور کیجئے کہ منہ مدخل ہے یعنی غذا کے جسم میں داخل ہونے کا راستہ ہے نہ کہ غذا کو باہر لانے کا مگر کبھی کبھی ایمر جنسی صورت حال میں انسانی مخرج کی ضرورت انسانی مدخل سے لینا پڑتا ہے۔ یہ ایک طرح کا سخت ناپسندیدہ عمل ہے مگر اس کے بغیر چارۂ کار بھی نہیں۔ اس عمل پر کیا کوئی سلیم العقل انسان ڈاکٹر کی اس تجویز کو طبی جرم اور گناہ (Medical Mistake) قرار دیتا ہے؟ نہیں بلکہ اس طریقۂ علاج کو وہ ایک صحیح و معقول علاج قرار دیتا ہے ملاحظہ! جب ضرورت پر کفر و حرام شئ (مثلاً کلمہ کفر کا تلفظ و شراب کی قلیل مقدار کا استعمال) بقدر ضرورت حلال و جائز ہوجاتی ہے تو پھر ابغض الحلال شئ (طلاق ہو کہ طلاق ثلاثہ کا استعمال) عندالضرورت حرام و ناجائز ہو کر گناہ کیسے ہوگئ؟ ذرا سوچیں کہ اگر کسی کو مکمل اور فوری Completely& (Instantly) طور پر نکاح سے باہر آنا پڑے تو وہ کیا کرے؟ کیا اس کے لئے بھی شریعت میں کوئی قانون ہے؟ جی ہاں اس کے لئے بھی قانون ہے اور وہ ہے بیک بار طلاقِ ثلاثہ۔ ذہن میں رہے کہ ایک بار طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش تھی، دوبار طلاق دینے کے بعد نکاح ثانی کی سہولت ملی مگر تین بار طلاق کے بعد نہ رجوع کی گنجائش رہی اور نہ نکاح ثانی کا موقع باقی رہا۔

مطلب ہوا کہ پہلی اور دوسری صورت میں قانون، مرد اور عورت دونوں کے حق (Favour) میں جارہا تھا جب کہ تیسری صورت میں قانون صرف عورت کے حق میں جاتا ہے نہ کہ عورت کے خلاف کہ آپ اُسے اُس کی مظلومیت کا نام دیں۔ پہلی صورت میں یعنی ایک طلاق کے بعد مرد پر رحم کرتے ہوئے اُسے رجوع کا موقع دیا گیا، دوسری صورت میں یعنی دو طلاق کے بعد اُس پر پھر ایک بار رحم کرتے ہوئے نکاح ثانی کے ذریعہ اپنی بیوی کو ساتھ رکھنے کی سہولت دی گئی اس طرح عورت کو بھی اِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ (عورت کو بھلائی کے ساتھ رکھو) کا فائدہ ملا لیکن تیسری صورت میں یعنی اگر تین طلاق دے دے تو اب مرد کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی اگر چہ عورت ہی طلاق کا سبب کیوں نہ ہو؟

یعنی تین طلاق دینے کے بعد مرد کو ایک ایسی سزا سنائی جاتی ہے جو اُس کی غیرت مردانہ (Dignity of Manlihood) کو چیلنج کرنے والی ہے۔ برسوں کی بیوی سے مرد کی محبت و مودت، اُس کے عمیق قلبی رشتے، اس کے جسمانی اور ذہنی لگاؤ کو اِس سزا سے ایسا جھٹکا لگتا ہے کہ اب عمر بھر وہ اس کی یاد میں تڑپتا رہے۔ دوسری بات یہ کہ عورت جب نکاح ثانی کے ذریعہ کسی اور کی آغوش میں چلی جاتی ہے تو شوہر سابق لاکھ خوددار سہی اُس کی غیرت و خودداری خاک میں مل جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر طلاق یافتہ عورت کی مظلومیت کا کیا علاج ہوگا؟ بے شک عورت مظلوم ہے (جب کہ طلاق بے سبب ہوئی ہو لیکن اگر طلاق دینے کی وجہ خود عورت کی بدکرداری اور اس کا چال چلن بھی ہو تو اس صورت میں مرد کی مظلومیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ انصاف متقاضی ہے کہ مرد نہ چاہتے ہوئے بھی دوسری شادی کا بوجھ اٹھائے اور ازسر نو ایک نئی زوجہ کے ساتھ اپنی زندگی کا آغاز کرے جس طرح عورت دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور ہے) چونکہ طلاق یافتہ عورت مظلومہ ہے، ہی لئے نکاح ثانی خصوصاً نکاحِ بیوگان اور نکاحِ مطلقات (Marriage of Widows & Divorcees) پر نہ صرف سیرتِ معلم انسانیت ﷺ میں روشن مثالیں موجود ہیں بلکہ حسن نیت کے ساتھ ایسی عورتوں پر رحم و کرم کرتے ہوئے اُن کو نکاح میں لانا عین اسلامی اخلاق و آداب کا اعلیٰ نمونہ بتایا گیا ہے۔

افسوس کہ ہندوستانی مسلم معاشرے میں محض نکاح ثانی معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ بیوہ اور مطلقہ کو بھی نگاہِ تحقیر سے دیکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہماری سوچ، غیر اسلامی، روش اور بجز فکری کا قصور ہے نہ کہ قانون شریعت کا۔ اس لئے مسلم معاشرے کو چاہیے کہ وہ اس جانب فوراً اور منظم طریقے سے ہر شہر میں نہ صرف یہ کہ کوئی ٹھوس اقدامات کرے بلکہ حکومتوں سے بھی گزارش و سفارش کر کے ایسی مطلقات و مظلومات کے لئے کڑی شرطوں کے ساتھ کوئی پروگرام بنائے۔ اب آیئے ''قانون طلاق کیوں'' پر ہم ذرا غور کرلیں تا کہ شادی کے بعد غیر متوقع طور پر رونما ہونے والے حالات و مشکلات کے پیش نظر قانونِ طلاق کی صحت و ضرورت ہمیں ٹھیک

ٹھیک سمجھ میں آجائے۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا پکا چور ہے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ ضرور چھٹکارے کی سبیل پر غور کریں گے۔ ایسی ہی مصیبت وضرورت پر قانونِ طلاق وخلع آپ کی بیٹی کو سہارا دیتا ہے ورنہ چور کے ساتھ آپ کی بیٹی کو زندگی گزارنا پڑے گا جسے کوئی شریف وعقل مند انسان پسند نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا ایک نمبر کا شرابی اور پی دوڑا ہے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ ضرور ایسے شرابی سے نجات کی راہ تلاش کریں گے۔ ایسی ہی مصیبت وضرورت پر قانونِ طلاق وخلع آپ کی بیٹی یا بہن کو سہارا دیتا ہے ورنہ ایک شرابی کے ساتھ آپ کی بیٹی یا بہن کو زندگی گزارنا پڑے گا جسے کوئی دانا وبینا پسند نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا ڈاکو ہے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ ضرور ایسے ڈاکو سے اپنی بیٹی یا بہن کو چھٹی دلانے کی کوشش کریں گے ایسی ہی مصیبت وضرورت پر قانونِ طلاق وخلع آپ کی بیٹی یا بہن کو سہارا دیتا ہے ورنہ ایک ڈاکو کے ساتھ آپ کی بیٹی یا بہن کو زندگی گزارنا پڑے گا جسے کوئی شریف الطبع انسان پسند نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا نامرد ہے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ ضرور ایسے نامرد کو آپ کی بیٹی یا بہن کی زندگی سے جلد از جلد دور کرنا چاہیں گے ایسی ہی مصیبت وضرورت پر قانون ِطلاق وخلع آپ کو سہارا دیتا ہے ورنہ آپ کی بیٹی یا بہن کو ایک نامرد انسان کے ساتھ پوری زندگی گزارنا پڑے گا یا پھر وہ اپنی جسمانی خواہش کی تکمیل کے لئے بے راہ روی کے شکار ہو جائیں گے جسے کوئی عزت دار انسان پسند نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا، دولہن کے زیورات لے کر بھاگ گیا ہے تو آپ کیا کریں گے؟ اس موقعے پر آپ ضرور ایسے نالائق سے اپنی بیٹی یا بہن کی زندگی کو بچانا چاہیں گے ایسی ہی مصیبت وضرورت پر قانون طلاق وخلع آپ کو سہارا دیتا ہے ورنہ زندگی بھر آپ کی بیٹی یا بہن کو اُس کمینے کے ساتھ زندگی گزارنا پڑے گا جسے ایک معزز شہری ہرگز پسند نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا اِس سے پہلے کہیں اور شادی کر چکا تھا تو آپ کیا کریں گے؟ آپ ایسے دھوکا باز سے اپنی بیٹی یا بہن کو بچا لینے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ورنہ عمر بھر آپ کی بیٹی یا بہن ایک دھوکے باز ومکار انسان کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی جسے ایک خوددار انسان کبھی گوارا نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہے پر کئی فوجداری کے مقدمات (Criminal Cases) ہیں تو آپ کیا کریں گے؟ آپ ضرور اُس کرمنل و مجرم سے لڑکی کو بچائیں گے۔ ایسی ہی مصیبت وضرورت پر قانونِ طلاق وخلع آپ کے کام آتا ہے ورنہ عمر بھی ایک عادی مجرم کے ساتھ آپ کی لڑکی کو زندگی گزارنا پڑتا جسے ایک قانون پسند شہری ہرگز پسند نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا کے نکاح اول میں دولہن کی بہن یا دولہن کی پھوپھو یا اُس کی خالہ یا اس کی نانی وغیرھا ہے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ فوراً اپنی بیٹی کو اس غلیظ انسان سے دور کرنے کی سعی بلیغ کریں گے۔ ایسی ہی ضرورت کے وقت فسخ و تفریق کا حکم اور قانونِ طلاق وخلع آپ کی مدد کے لئے آگے آئے گا ورنہ آپ کی بیٹی کو ایک غلیظ وناپاک فرد کے ساتھ زندگی گزارنا پڑے گا جسے ایک پابند شرع مومن ومسلمان کبھی ہرگز پسند نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا مسلمان نہیں ہے تو آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ اس شادی کو برقرار رکھیں گے یا توڑ دیں گے؟ آپ ضرور دوسری والی صورت اپنائیں گے تو پھر آپ کو قانونی طور پر اپنی بیٹی کو شادی کے بندھن سے باہر لانے کی کوئی نہ کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔ ایسی ہی مصیبت وضرورت پر تفریق وفسخ نکاح یا طلاق وخلع وغیرہ کے قوانین آپ کا ساتھ دیں گے ورنہ جان بوجھ کر قوم کی بیٹی کو ایک ایمان واسلام سے محروم شخص کے حوالے کرنا ہوگا جسے ایک سچا مسلمان کبھی پسند نہ کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا کینسر کا مریض ہے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ ضرور شادی کو تڑوائیں گے یعنی قانونِ طلاق وخلع سے فائدہ اٹھائیں گے ورنہ اُس مریض کی آخری سانس تک بیچاری کو صبر کرنا پڑے گا جسے کون عقلمند برداشت کرے گا۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا کچھ بھی نہیں کماتا

ہے، کام چور ہے، آنگ چور ہے اور سراسر نکمہ ہے تو آپ کیا کریں گے؟ مالی مدد کریں گے ! آخر کب تک اُس کی مالی مدد کرتے رہیں گے؟ آپ ضرور تنگ آکر اپنی بیٹی کو اپنے گھر بلالیں گے اور اُس نکمے داماد سے نجات کی راہ تلاش کریں گے۔ ایسی مشکل گھڑی میں قانون طلاق وخلع آپ کی بیٹی کی مدد کرتا ہے تاکہ وہ بعد طلاق وعدت کسی اور کے ساتھ پرسکون ازدواجی زندگی گزار سکے۔

ذرا سوچئے کہ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہا پاگل ہے تو آپ کیا کریں گے؟ کیا اپنی بہن یا بیٹی کو اس کے پاس رہنے دیں گے یا کوئی اور تدبیر اپنائیں گے۔ ضرور آپ کوئی اور تدبیر اپناتے ہوئے اپنی بہن یا بیٹی کو طلاق یا خلع دلوائیں گے۔ ایسے ہی نازک وقت پر یہ قانونِ طلاق وخلع آپ کی مظلوم بہن یا بیٹی کا ساتھ دیتا ہے ورنہ عمر بھر پاگل شوہر کے ساتھ رہتے رہتے آپ کی بیٹی یا بہن بھی ضرور پاگل ہوجائے گی جسے ہرگز کوئی صحیح العقل انسان تسلیم نہ کرے گا۔

اب آیئے ازدواجی زندگی کے ایک اور نامعلوم وتاریک پہلو کا بھی جائزہ لیتے چلیں کہ دولہا تو ہر اعتبار سے ٹھیک تھا مگر شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن دولہا سے ہرگز راضی نہیں تو آپ کیا کریں گے؟ کیا زبردستی دولہن کو دولہا کے پاس رہنے دیں گے یا طلاق یا خلع کے ذریعے دونوں کو آزاد کرکے ان کی مدد کریں گے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنا شریک زندگی کا انتخاب کرلیں۔

اسی طرح شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن نابالغ (شرعی طور پر ہو یا کہ قانونی نکتہ نظر سے) ہے تو آپ کیا کریں گے؟ انہیں خلوت صحیحہ یعنی ملنے کا موقعہ دیں گے یا پھر ایک دوسرے سے دور رکھنے اور ان کی جدائی کی فوراً کوئی راہ تلاش کریں گے تاکہ شرعی طور پر مواخذاہ نہ ہو، قانونی لحاظ سے دولہا اور ذمہ داروں کی گرفت نہ ہو۔ ایسے ہی موقعے سے تفریق، طلاق، خلع یا جدائی کا قانون ہے جو آپ کا ساتھ دیتا ہے۔

اسی طرح شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن کا کسی سے معاشقہ چل رہا ہے، وہ اپنے والدین کی رضا سے راضی نہیں تو آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ دولہا سے کہیں گے کہ کوئی مضائقہ نہیں، شادی تو ہوگئی ہے، بس اُسی کے ساتھ گزارا کرو یا پھر آپ لڑکی کو خلع کے مطالبہ کا مشورہ دیں گے۔ ضرور آپ ایسی لڑکی کے ساتھ اپنے بیٹے یا بھائی کو رہنے نہ دیں گے بلکہ جدائی کی کوئی نہ کوئی صورت اپنائیں گے؟ وہ صورت طلاق کی ہوگی یا خلع کی۔ اس کے علاوہ تیسرا راستہ اپنائیں گے تو دونوں کے لئے تباہی وہلاکت کا راستہ ہوگا۔

اسی طرح شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن طبی جائزے کی روشنی میں ہم بستری کے لائق نہیں تو آپ کیا کریں گے؟ دوسری دولہن لائیں گے یا اُسی مریضہ کے ساتھ زندگی بتائیں گے؟ ہمیں یقین ہے کہ آپ ضرور ایسی مریضہ کو طلاق دے دیں گے ورنہ عہد شباب بد معاشیوں اور عیاشیوں کے نظر ہوسکتا ہے جسے ایک شریف وصاف کردار انسان ہرگز ہرگز پسند نہ کرے گا۔

اسی طرح شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن کی عدتِ طلاق کی میعاد ابھی ختم نہیں ہوئی ہے یا ابھی موت کی عدت باقی ہے تو آپ کیا کریں گے؟ دونوں میں تفریق کرائیں گے یا انہیں خلوت کا موقع دیں گے؟ آپ ضرور تفریق کا فیصلہ کریں گے اور دونوں کو حرام کاری و بدعملی سے بچائیں گے۔

اسی طرح شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن آنکھ سے اندھی ہے یا اس کی ایک آنکھ نہیں دیکھتی ہے یا اس کی بینائی بالکل کمزور ہے تو آپ کیا کریں گے؟ کیا صبر سے کام لیں گے تب تو سبحان اللہ ع چشم ماروشن دل ماشاد۔ مگر عموماً ایسا نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسرے پر الزام تراشی اور دھوکا دھڑی کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور بالآخر نفرت و عداوت سے بھرے سنگین نتائج سامنے آنے لگ جاتے ہیں ایسی صورت میں عاقدین اور ان کے والدین واقربا کو فساد سے بچانے کا ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ طلاق دو یا خلع کی درخواست کو قبول کرکے دولہن کو چھوڑ دو۔ ورنہ ایک نابینا یا بینائی سے محروم لڑکی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کی صبر آزما ودشوار گزار منزل کو قبول کرلو۔

اسی طرح شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن دولہا کی سوتیلی بہن ہے تو آپ کیا کریں گے؟ یقینا آپ فوراً جدائی چاہیں گے نہ کہ فعل حرام کا ارتکاب کریں گے۔ جدائی کیسے ہوگی؟ فوراً دونوں میں تفریق کرائی جائے گی ورنہ قاضی گواہ وکیل عاقدین سب کے سب گنہ گار ہوں گے۔

اسی طرح شادی کے بعد معلوم ہوا کہ دولہن پر آسیب وجادو کے اثرات ہیں تو آپ کیا کریں گے؟ دواعلاج کی کوشش کریں گے اور چند

دنوں، چند ہفتوں، چند مہینوں اور کبھی کبھی سال دو سال تک صبر سے کام لیتے رہیں گے۔ صحت یابی مل گئی تو فبہا ورنہ والدین اور سارے رشتہ دار کہیں گے طلاق دے دو یا دوسری کرلو جب کہ ہمارے سماج میں زوجہء اولیٰ کی موجودگی میں نکاح ثانی بھی اتنا ہی ناگوار عمل سمجھا جاتا ہے جتنا کہ طلاق دے کر بیوی سے چھٹی لینا ناپسند کیا جاتا ہے مگر بہرکیف جو بہتر وآسان شکل بن پڑے اُس پر عمل کے بغیر چارۂ کار نہیں۔

اسی لئے قرآن میں ہے کہ جب تک بات بنی رہے اپنی بیوی کو بھلائی کے ساتھ رکھواور جب بات بالکل نہ بنے تو زوجہ پر احسان کرتے ہوئے آزاد کردو فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ (البقرہ ۲ آیت ۲۲۸) کہ پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اس طرح کی بہت ساری شقیں اور شکلیں ہوسکتی ہیں کہ جہاں قطعاً نہ چاہتے ہوئے بھی طلاق وخلع یا عاقدین میں تفریق کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ جاتا ہے۔ اب اِن سارے حقائق وواقعات (Facts & Events) اور اسباب ووجوہ (Whys) کے باوصف قانونِ طلاق کو اسلام کا احسان ماننے کے بجائے اگر کوئی قانونِ طلاق ہی کو غیر وغلط بتائے یا اُس کے استعمال کو جرم وگناہ Crime & (Sin) قرار دے تو ہماری رائے ہے کہ وہ پھر اسلامی شادی ہی نہ کرے بلکہ مغربی دنیا کے طرز پر گرل فرینڈس (Girl Friends) سے کام چلانے کی سوچے کیونکہ مغربی دنیا میں نہ شادی پر کوئی خاص اصرار وپابندی ہے اور نہ ہی طلاق دینے پر کوئی مشکل وآفت ہے، وہاں نہ شادی کا خرچہ ہے اور نہ ہی طلاق پر کوئی ملامت و چرچہ ہے اور مغربی کلچر میں عموماً شادی کی نہ کوئی بڑی محفل سجائی جاتی ہے اور نہ ہی طلاق ہوجانے پر کوئی خاص قانونی چارہ جوئی ہوتی ہے۔ دونوں (Boyfriend and Girlfriend) جب تک چاہیں آپسی راضی خوشی (Mutual Understanding) سے ساتھ رہیں، ورنہ بصورت دیگر ایک دوسرے کے میل ملاپ اور لپک جھپک سے باہر (Exit) آجائیں۔

امید کہ طلاق کے حوالے سے ہماری یہ گفتگو مفید ومناسب اور جائز ومعقول معلوم ہوگی۔ اس تفصیل کے بعد اب آپ مرکزی حکومت کی جانب سے معزز عدالت عظمیٰ (Honorable Supreme Court) میں مسئلہء طلاق میں پیروی کرنے والے اٹارنی جنرل موکول روہتگی کا طلاق اور طلاق کی جملہ قسموں پر دیا ہوا، یہ نامعقول بیان بھی سنیں۔ ان کا کہنا ہے کہ طلاق کی جملہ قسمیں (طلاق حسن، طلاق احسن اور طلاق بدعی) قانونی نکتہء نظر سے بری ہیں اور عورتوں کے بنیادی حقوق کو پامال کرنے والی ہیں۔ ان پر عمل سے عورتوں کی عزت اور ان کے حق مساوات پر ضرب آتی ہے۔ دستور میں دیے گئے بنیادی حقوق سے مراد دستوری اخلاق ہے۔ اگر آپ طلاق کے قانون کو کسی بھی زاویۂ نگاہ سے دیکھیں تو آپ کو یہ طلاق کا عمل بے جوڑ نظر آئے گا (لہٰذا طلاق اور طلاق کی جملہ قسموں کو ختم کردیا جائے ہم اس کی جگہ ایک نیا قانون دیں گے)

(Attorney General Mukul Rohatgi contended that all forms of divorce was bad in law and voilated the fundamental rights of women.The different forms of talaq denied Muslim women equality and voilated their dignity. (further he said) What we are talking about here is the constitutional morality ,which is completely incongruous if we look at tiple talaq. So you can look at this practice from any prism but will reach the same conclusion-

D.H.Hubballi-Dharwad,May,16,2017).

☆☆☆

Cell.9448063144

نقوش راہ

زکوٰۃ کے چند اہم اور ضروری مسائل

پیش کش: عرفان احمد صالح پوری★

لغت کے اعتبار سے زکوٰۃ کا لفظ دو معنوں کا حامل ہے، اس کا ایک معنی پاکیزگی، طہارت اور پاک صاف ہونے یا کرنے کا ہے۔ دوسرا معنی نشو و نما اور بالیدگی کا ہے جس میں کسی کے بڑھنے، پھلنے، پھولنے اور فروغ پانے کا مفہوم پایا جاتا ہے چوں کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے وہ مال جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے، اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

فرضیت زکوٰۃ کا سبب: قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر ان عوامل اور اسباب کی نشاندہی فرمائی ہے جو فرضیت زکوٰۃ کا سبب بنے۔ رب قدیر جل جلالہٗ اہل ایمان سے براہ راست مخاطب ہوکر ارشاد فرماتا ہے ''اے ایمان والو! ہم نے جو تمہیں رزق دیا اُس میں سے خرچ کرو۔'' (البقرہ۔ پ ۲، ۲۵۴)

ایک دوسری جگہ رشد و ہدایت کی دولت اور تقویٰ سے بہرہ یاب، ایمانداروں کی علامت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔'' (البقرہ پ ۱، آیت ۲)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔'' اس آیت کریمہ سے زکوٰۃ کی فرضیت کا ثبوت ملتا ہے۔ زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ ''ہمارے دیے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آجائے۔'' (سورۂ منافقون)

اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو آگاہ کیا گیا ہے کہ قبل اس کے کہ موت آجائے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اپنی عادت بنالو، موت کے بعد جب ظاہری اسباب منقطع ہوجائیں گے اور قیامت کے دن تم سے پوچھ گچھ ہوگی تو سوائے افسوس اور حسرت کے تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان والوں کو بار بار جھنجھوڑتا ہے کہ اس مال میں سے میری راہ میں خرچ کرو جو میں نے تمہیں عطا کیا ہے: مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ کے الفاظ غور طلب ہیں کہ بسا اوقات کوئی اپنی کم ظرفی کی بنیاد پر یہ خیال کرلیتا ہے کہ اس کا مال اور اس کی کمائی، اس کی ذاتی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کا یہ گمان سراسر غلط ہے کیوں کہ انسان کے پاس جو کچھ مال و متاع ہے، وہ اس کے رب کی عطا اور فضل ہے جس سے اسے کبھی محروم بھی ہونا پڑسکتا ہے۔

اسلام کی بنیاد حدیث پاک میں ہے ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، اور حج کرنا۔'' زکوٰۃ سے متعلق ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی تاکید فرمائی ہے۔ حدیث پاک میں حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا، اس پر لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

ان دونوں احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کا اقرار کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے بعد مسلمان مالک نصاب پر اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، جو مالک نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ کامل مسلمان نہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو ہم سب کے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ ﷺ نے بڑی بشارتیں دی ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: جو مجھ کو چھ چیزوں کی ضمانت دے، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ وہ چھ چیزیں کیا ہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد

فرمایا: نماز، زکوٰۃ، امانت، شرمگاہ، شکم اور زبان۔

زکوٰۃ دینے والوں کے لیے آخرت کی زندگی میں جنت کی خوش خبری ہے۔ جنت ایک ایسی جگہ ہے جہاں نہ کوئی خوف نہ کوئی غم۔ ہر طرح کے خوف وخطر سے انسان آزاد اور سکون میں ہوگا، وہاں اتنی آسائشیں ہوں گی کہ انسان دنیاوی زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ عظیم مقام ان لوگوں کے لیے ہے جو لوگ اہل ایمان ہوں گے، نیک اور صالح اخلاق کے مالک ہوں گے اور ان تمام صفات کے حامل ہوں گے جو کہ ایک مومن کے لیے ضروری ہیں، تو ایسے لوگوں کو جنت کا وارث بنا دیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دینے والوں کے لیے جنت کی وراثت ہے کہ جنت ان کے لیے ہے اور وہ جنت کے لیے۔ فردوس جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور مومنین کے لیے اسی کی بشارت ہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ سرکار مجھے ایسا عمل بتا دیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ''اللہ کی عبادت کر، کسی کو اس کا شریک نہ کر، نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر۔''

صدقات کے اقسام: صدقہ کی دو قسمیں ہیں: ایک صدقۂ واجبہ کہ اس میں زکوٰۃ، عشر، صدقۂ فطر، صدقہ نذر وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرا صدقۂ نافلہ جو صدقاتِ واجبہ کے علاوہ ہوں۔

زکوٰۃ کے شرائط: زکوٰۃ ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ آزاد، مالکِ نصاب ہو اور نصاب کا پورے طور پر مالک ہو، نصاب دین اور حاجت اصلیہ سے فارغ ہو اور اس نصاب پر پورا سال گزر جائے۔ زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے چند شرائط ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا (۴) آزاد ہونا (۵) مالکِ نصاب ہونا (۶) پورے طور پر مالک ہونا (۷) نصاب کا دین (قرض) سے فارغ ہونا (۸) نصاب کا حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا (۹) مال کا نامی ہونا (۱۰) سال گزرنا۔

نصابِ زکوٰۃ: زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے مال و دولت کی ایک خاص حد اور متعین مقدار ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح میں ''نصاب'' کہا جاتا ہے، زکوٰۃ اسی وقت فرض ہے جب مال بقدر نصاب ہو، نصاب سے کم مال و دولت پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ مال تجارت کا نصاب یہ ہے کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر ہو یا سونے، چاندی کی نقد قیمت بصورت روپے ہوں۔ جس کے پاس اتنا مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ سونا، چاندی، تجارتی اموال، دھات کے سکے، نوٹ، زیور سب پر چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد (سو روپے میں ڈھائی روپئے) زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔ زکوٰۃ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے لئے مال کے ایک حصہ کا جو شرع نے مقرر کیا ہے، مسلمان حاجت مند کو مالک کر دینے کو کہتے ہیں۔

☆ حاجت اصلیہ یعنی جس کی زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لیے غلام، آلاتِ حرب، پیشہ وروں کے اوزار، اہل علم کے لیے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لیے غلّہ وغیرہ ان سب پر زکوٰۃ نہیں۔ (عالمگیری، بہار شریعت)

زکوٰۃ کیوں فرض ہوئی؟ بارہا لوگوں کے دلوں میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ زکوٰۃ کیوں فرض ہوئی؟ اس کی فرضیت کا مقصد کیا ہے؟ اس میں مسلمانوں کا کیا فائدہ ہے؟ مسلمانوں کو اپنی محنت کی کمائی دوسروں کو دینے کا کیوں حکم دیا جا رہا ہے؟ اِن سوالات کے جوابات غور سے پڑھو اور اپنے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں فراخ دلی سے خرچ کرنے کا جذبہ پیدا کرو۔ زکوٰۃ کا نظام دراصل مومن کے دل سے حُبِّ دنیا اور اس کے جڑ سے پیدا ہونے والے سارے خرافات کو ختم کر کے خالص خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے فرض کی گئی، پورے اسلامی معاشرہ کو بخل، تنگ دلی، خود غرضی، بغض، حسد، سنگ دلی اور استحصال جیسے بے اصل جذبات سے پاک کر کے اس میں محبت، ایثار، احسان، خلوص، خیر خواہی، تعاون، مواسات اور رفاقت کے اعلیٰ اور پاکیزہ جذبات پیدا کرتا ہے۔ زکوٰۃ ہر نبی کی امت پر فرض رہی، اس کی مقدار، نصاب اور فقہی احکام میں ضرور فرق رہا لیکن زکوٰۃ کا حکم بہر حال تقریباً ہر شریعت میں موجود رہا۔

مال برباد کیسے ہوتا ہے؟ امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: خشکی اور تری میں جو مال برباد ہوتا ہے وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (الترغیب والترہیب جلد اول، ص ۳۱۷) اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا کر دے گا۔ (الترغیب جلد اول ص ۳۱۸) ان دونوں روایتوں سے پتہ چلا کہ زکوٰۃ نہ دینا مال و دولت کی بربادی کا سبب ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت کی دی ہوئی نعمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں تو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کریں، زکوٰۃ کی برکت سے مال محفوظ ہو جائے گا۔

سال میں ایک مرتبہ مالکِ نصاب پر اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالنا بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز، روزہ، حج وغیرہ فرض ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے تو کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص ادا نہ کرے تو سخت مجرم ٹھہرے گا اور عتابِ الٰہی کا حقدار ہوگا۔ ماہِ رمضان المبارک میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ہو جاتا ہے لہٰذا ہمیں ماہِ رمضان المبارک میں اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کر کے اللہ عزوجل کی بندگی اور اس کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا ثبوت دینا چاہیے۔

عورت کے زیور کی زکوٰۃ کس پر؟ ایسے زیورات جو عورت کے قبضے میں ہیں، اس کی زکوٰۃ کا ذمہ شوہر پر ہرگز نہیں اگرچہ اموالِ کثیرہ رکھتا ہو، نہ اس کے دینے کا اس پر کچھ وبال۔ ''کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔'' (القرآن ۶/ ۴۶۱) اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدر مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد و زن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے۔ قُوا اَنفُسَکم وَ اھلیکم نارا۔ اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ (القرآن ۶۶/ ۶) اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک (قبضہ) کر دیا اور اس پر بھی یہی حکم ہے، اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو بے شک اس کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے جبکہ خود دیا یا دوسرے مال سے مل کر قدرِ نصاب فاضل عن الحاج الاصلیہ (حاجت اصلیہ سے زائد ہو) ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ نکالتے وقت کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

اکثر لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اس غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں کہ اشیاء کی خریدی ہوئی قیمت کا اعتبار کریں یا موجودہ قیمت کا۔ اس ضمن میں فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سونے کے عوض سونا، چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ (بازار کا بھاؤ) کی کوئی حاجت ہی نہیں، وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا، ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی، نرخ نہ بنوانے کے وقت کا معتبر ہو نہ وقت ادا کا، اگر ادا سال تمام کے پہلے یا بعد میں جس وقت یہ مالکِ نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی و تاریخ وقت جب عود کریں گے اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا اس وقت نرخ لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکیوں کی شادی کیلئے رکھی گئی رقم پر زکوٰۃ: لڑکیوں کی شادی کے لیے رکھی گئی رقم پر بھی زکوٰۃ ضرور واجب ہے مگر اس حالت میں ہر نابالغہ کا حصہ جدا کر کے یہ کہہ دے کہ میں نے اسے اس کا مالک کیا، اس کی زکوٰۃ ان کے بلوغ تک کسی پر واجب نہ ہوگی، بعد بلوغ اگر شرائط زکوٰۃ پائے گئے تو ان لڑکیوں پر واجب ہوگی اور بالغہ کا حصہ جدا کر کے اسے مالک کر دے اور اس کے قبضے میں دے دے، اگرچہ پھر اس سے لے کر اپنے پاس رکھ لے، اس حصہ کی زکوٰۃ حسب شرائط اس بالغہ پر ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ لڑکیوں کے زیور پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

نابالغ لڑکیوں کا جو زیور بنایا گیا، اگر ابھی انہیں مالک نہ کیا گیا بلکہ اپنی ہی ملک (قبضہ) پر رکھا اور ان کے پہننے کے صرف میں آتا ہے اگرچہ نیت یہ ہو کہ بیاہ ہونے پر ان کے جہیز میں دے دیں گے، جب تو وہ زیور ماں باپ جس نے بنایا ہے اسی کی ملک ہے، اگر تنہا یا اُس کے اور مال سے مل کر قدرِ نصاب ہے، اسی مالک پر اس کی زکوٰۃ ہے اور اگر نابالغ لڑکیوں کی ملک کر دیا گیا تو اس کی زکوٰۃ کسی پر نہیں، ماں باپ پر تو یوں نہیں کہ ان کی ملک نہیں اور لڑکیوں پر یوں نہیں کہ وہ نابالغہ ہیں۔ جب جوان ہوں گی اس وقت سے ان پر احکام زکوٰۃ وغیرہ کے جاری ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پیشہ ور گداگروں کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(۱) ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے، انہیں سوال کرنا حرام اور انہیں دینا حرام، اور ان کے دِیے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔

(۲) وہ کہ واقع میں فقیر ہے، قدرِ نصاب کے مالک نہیں، مگر

قویٰ وتندرست کمانے پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو اُن کے کسب سے باہر ہو، کوئی حرفت (کھیتی) یا مزدوری نہیں کی جاتی، مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں، انہیں سوال کرنا حرام اور جو کچھ انہیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث، کہ حدیث شریف میں صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا وتندرست کے لیے (جامع الترمذی، ۱/۳۸) انہیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت (گناہ) پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔ ''گناہ اور زیادتی، سرکشی پر تعاون نہ کرو۔'' (القرآن ۵/۲) مگر ان کے دِیے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، جبکہ اور کوئی مانع شرعی (شرعی اعتبار سے منع کیا ہوا) نہ ہو کہ فقیر ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ انما الصدقت للفقراء۔ صداقت فقراء کے لیے ہیں۔ (القرآن ۹/۶۰)

(۳) وہ عاجز ناتواں، کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں، انہیں بقدرِ حاجت سوال حلال اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیب اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں، اور انہیں دینا باعث اجرِ عظیم، یہی ہیں وہ جنہیں جھڑکنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مال زکوٰۃ مدرسہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنّت کا ہو، مرتدین کا نہ ہو، تو اس میں مالِ زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم اس مال کو جدا رکھے اور خاص تملیک فقیر (فقیر کو مالک بنانا) کے مصارف میں صرف کرے۔ مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی، نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے، نہ یہ ہوسکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اس روپے سے کھانا پکا کر اُن کو کھلایا جائے کہ یہ صورتِ اباحت (مباح ہونے کی صورت) ہے اور زکوٰۃ میں تملیک لازم (مالک بنانا لازم)

ہاں یوں کرسکتے ہیں کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے، ان کو نقد روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردیں پھر وہ اپنے کھانے کے لیے واپس دیں یا جن طلبہ کا وظیفہ نہ اجرۃ بلکہ محض بطور امداد ہے ان کے وظیفے میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ اُن کا مالک کردیں، ہاں اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں، وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو تنخواہ مدرسین وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قرض دی ہوئی رقم پہ زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے، اس کی بھی زکوٰۃ لازم ہے، مگر جب بقدر نصاب یا خمس نصاب (نصاب کا پانچواں حصہ) وصول ہوا، اس وقت ادا واجب ہوگی، جتنے برس گزرے ہوں سب کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مقروض کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ جس پر اتنا دَین (قرض) ہو کہ اسے ادا کرنے کے بعد اپنی حاجاتِ اصلیہ کے علاوہ چھپن روپے کے مال کا مالک نہ رہے گا اور وہ ہاشمی نہ ہو، نہ یہ زکوٰۃ دینے والا اس کے اولاد میں ہو، نہ باہم زوج وزوجہ ہوں، اسے زکوٰۃ دینا بیشک جائز بلکہ فقیر کو دینے سے افضل، ہر فقیر کو چھپن روپے دفعۃً نہ دینا چاہیے اور مدیون (جس پر قرض ہو) پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوٰۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''مقروض لوگوں پر زکوٰۃ خرچ کی جائے۔'' (القرآن ۹/۶۰) درمختار میں ہے: مقروض وہ شخص ہے جو قرض سے فاضل نصاب کا مالک نہ ہو، ظہیریہ میں ہے: مدیون کو زکوٰۃ دینا فقیر سے اولیٰ ہے۔

زکوٰۃ بتدریج دی جائے یا یک مشت؟ اگر زکوٰۃ پیشگی ادا کرتا ہے یعنی ہنوز (ابھی) حولانِ حول (سال کا گزر جانا) نہ ہوا کہ وجوب ادا ہو جاتا، خواہ یوں کہ ابھی نصاب نامی فارغ عن الحوائج (ضرورت سے زائد) کا مالک ہوئے سال تمام نہ ہوا، یا یوں کہ سال گزشتہ کی دے چکا ہے اور سالِ رواں ہنوز ختم پر نہ آیا تو جب تک انتہائے سال نہ ہو بلاشبہ تفریق وتدریج کا اختیارِ کامل رکھتا ہے، جس میں اصلاً کوئی نقصان نہیں کہ حولانِ حول سے پہلے زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے: ادائیگی زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ مال کی ملکیت پر سال گزرے (درمختار، کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی) تو ابھی شرع اس سے تقاضا ہی نہیں فرماتی، یک مشت دینے کا مطالبہ کہاں سے ہوگا، یہ پیشگی دینا تبرع ہے۔

نفلاً دینے پر جبر نہیں اور یہ نہایت ہی واضح ہے اور اگر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہو چکی تو اب تفریق وتدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام وکمال زر واجب الادا ادا کرے کہ مذہب صحیح ومعتمد ومفتیٰ پر

ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے، جس میں تاخیر باعثِ گناہ، ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی تصریح ثابت۔

بینک میں جمع رقم کی زکوٰۃ کیسے دی جائے؟ روپیہ جب تک بینک میں ہے، اپنے قبضے میں سمجھا جائے گا اور ہر سال اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، خواہ سال بہ سال ادا کرتا رہے یا جب اس میں سے گیارہ روپے سوا تین آنے کی وصول ہو، اس میں سے چالیسواں حصہ دے اور جتنے برس رہا ہے سب برسوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی، ہاں ہر سال اگلے برسوں کی زکوٰۃ کی قدر اس پر دین سمجھ کر اتنا زکوٰۃ سے جدا رہے گا مثلاً دوسو روپیہ جمع ہیں تو پہلے سال دوسو پر پانچ روپیہ تقریباً واجب ہوئے، دوسرے سال پانچ روپے سال گزشتہ پر زکوٰۃ کے اس پر واجب ہیں، لہٰذا اس سال ایک سو پچانوے پر زکوٰۃ واجب ہوگی، تقریباً چار روپے چودہ آنے، تیسرے سال اس پر دو سال کی زکوٰۃ کے نو روپے چودہ آنے قرض ہیں یہ مستثنیٰ ہوکر ایک سونوے روپے دو آنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ وعلی ہذا القیاس (اور اسی پر قیاس کرتے جائیں) واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاک خانہ میں جمع رقم کی زکوٰۃ کا مسئلہ

پرامیسری نوٹوں کا یہ قاعدہ ہے کہ روپیہ گورنمنٹ کو دے دیا جاتا ہے جس پر وہ یہ نوٹ دیتی ہے، اب یہ روپیہ کبھی واپس نہ ملے گا، نہ خود اصل مالک لے سکتا ہے، نہ اس کا وارث، نہ اس کا کوئی قائم مقام۔ ہاں گورنمنٹ اس روپے (کے عوض) چھ آنے فیصدی ماہوار کے حساب سے ہمیشہ سود دے گی، تو یہ نوٹ نوٹوں کی طرح خود مال نہیں بلکہ سند قرض ہیں، لہٰذا اُس پر گورنمنٹ سود دیتی ہے اور عام نوٹ خزانے سے خریدے جائیں تو ایک پیسہ سود نہ دے گی کہ وہ بیع تھی، معاوضہ تمام ہوگیا ہے اور یہاں قرض ہے اور عام نوٹ خزانے سے خریدے جائیں تو ایک پیسہ قرض رہا، وہ قرض کسی طرح واپس نہیں مل سکتا تو قرض مردہ ہوا، اور قرض مردہ پر زکوٰۃ نہیں، نہ اُن نوٹوں کا بیچنا جائز کہ وہ حقیقتاً غیر مدیون کے ہاتھ دین کی بیع ہے اور وہ جائز نہیں، تو ان کو بیچ کر جو روپیہ لے گا اس کے لیے خبیث ہوگا اور اس پر فرض ہوگا کہ جس سے لیا تھا اسے واپس دے اور اس بیع فاسد کو فسخ کرے، تو زکوٰۃ ان نوٹوں پر ہے کہ یہ مال نہیں، نہ اس روپیہ پر جو انہیں بیچ کر ملے گا یہ تمام وکمال خبیث ہے، نہ اس روپیہ پر جو گورنمنٹ کو قرض دے کر یہ نوٹ لیے تھے کہ وہ قرض مردہ ہے جو کبھی واپس نہ ملے گا۔

درمختار میں ہے: اس میں اصل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ مالِ ضمار پر زکوٰۃ نہیں، مالِ ضمار وہ کہ ملکیت ہونے کے باوجود اس سے انتفاع (نفع حاصل کرنا) ممکن نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محتاج کو رقم دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہ کی ہو بعد میں کی جائے تو؟ اگر یہ مال (جسے) محتاج کو دیا خالص بہ نیت زکوٰۃ الگ رکھا تھا یعنی اس نیت سے جدا کر کے رکھ چھوڑا کہ اسے زکوٰۃ میں دیں گے تو جس وقت اس میں سے محتاج کو دیا گیا زکوٰۃ ادا ہوگئی، اگرچہ دیتے وقت زکوٰۃ کا خیال نہ آیا اور ایسا نہ تھا وہ مال جب تک محتاج کے پاس موجود ہے اب اس میں زکوٰۃ کی نیت کرلے صحیح ہوجائے گی اور اگر اس کے پاس نہ رہا تو اب نہیں کرسکتا۔ یہ مال خیرات نفل میں گیا۔ زکوٰۃ جدا ادا کرے۔

درمختار میں ہے: صحت ادائیگی زکوٰۃ کے لیے ادا کے وقت نیت کا متصل ہونا ضروری ہے، خواہ اتصال حکمی ہو (یعنی فقیر کے قبضے میں مال رہتے ہوئے)، مثلاً کسی نے بلا نیت زکوٰۃ ادا کردی اور ابھی مال فقیر کے قبضہ میں ہو تو نیت کرلی یا کل یا بعض مال برائے زکوٰۃ جدا کرتے وقت نیت کرلی جائے، باقی جدا کرنے سے ذمہ داری پوری نہیں ہوتی بلکہ فقراء تک پہنچانے سے ہوگی۔

قرض میں دئے گئے روپے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اس کی بھی زکوٰۃ لازم ہے مگر جب بقدر نصاب یا خمس نصاب (نصاب کا پانچواں حصہ) وصول ہوا، اس وقت ادا واجب ہوگی، جتنے برس گزرے ہوں سب کا حساب لگا کر (ادا کرنا فرض ہوگا) واللہ تعالیٰ اعلم

امانت پر زکوٰۃ: روپیہ کہیں جمع ہو کسی کے پاس امانت ہو، مطلقاً اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس مال کی زکوٰۃ نکل چکی اس پر دوبارہ زکوٰۃ؟ مالِ تجارت جب تک خود یا دوسرے مالِ زکوٰۃ سے مل کر قدرِ نصاب اور حاجت اصلیہ مثل دین (قرض) زکوٰۃ وغیرہ سے فاضل رہے گا۔ ہر سال اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ اعلانیہ دینا بہتر ہے یا چھپا کر؟ زکوٰۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے اور اگر

کوئی صاحب عزت حاجت مند ہو کہ اعلانیہ نہ لے گا یا اس میں سبکی (شرمندگی) سمجھے گا تو اسے خفیہ بھی دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تجارت کے سامان پر زکوٰۃ ھے یا منافع پر ؟

تجارت کی نہ لاگت پر زکوٰۃ ہے نہ صرف منافع پر بلکہ سال تمام کے وقت جوزر منافع ہے اور باقی مالِ تجارت کی جو قیمت اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صدقۂ فطر کتنا ھے اور اس کا وقت کب تک ھے ؟

صدقہ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر دیا جائے (یہ وزن آج کے اعتبار سے دوکلو ۴۵ رگرام مشہور ہے) اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع (زیادہ) ہے، عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی، مگر بعد کو تاخیر نہ چاہیے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے: صاحب نصاب کے روزے معلّق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا، اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے۔ بی بی یا بالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں، اگر وہ صاحبِ نصاب ہیں، آپ دیں یا اُن کی اجازت سے یہ دے، بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ھیں؟

طلبہ کہ صاحب نصاب نہ ہوں انہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے بلکہ انہیں دینا افضل ہے جبکہ وہ طلبہ علم دین بطور دین پڑھتے ہوں۔

تجارت کے سرمایہ اصلی پر زکوٰۃ؟ تجارت کی نہ لاگت پر زکوٰۃ ہے نہ صرف منافع پر بلکہ سال تمام کے وقت جوزرِ منافع ہے اور باقی مالِ تجارت کی جو قیمت اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حج کی رقم پر زکوٰۃ: زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت بعض لوگ اس تذبذب کا شکار رہتے ہے کہ ہم نے حج کے لیے جو رقم جمع کر رکھی ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فتاوی رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں: حج کے لیے جمع کیے گئے مال پر زکوٰۃ فرض ہے اور صدقہ و قربانی بھی واجب۔

کرائے پر دِیے گئے مکانات اور شاپنگ سینٹرس پر زکوٰۃ: ☆ کرائے پر دیے گئے مکانات اور شاپنگ سینٹرس پر زکوٰۃ نہیں لیکن ان کے کرایہ پر سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ فرض ہے۔ ☆ وہ مال جو تجارت کے لیے رکھا ہوا ہے اسے دیکھا جائے کہ اس کی قیمت، ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو اس مال تجارت کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ مال تجارت سے مراد ہر قسم کا سامان ہے خواہ وہ غلّہ وغیرہ کے جنس سے ہو یا مویشی، گھوڑے بکریاں، گائے وغیرہ اگر یہ اشیاء بغرض تجارت رکھی ہوئی ہیں تو پورا سال گزرنے کے بعد ان کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ ☆ اگر مال تجارت بقدر نصاب نہیں ہے لیکن سونا چاندی اور نقد روپیہ موجود ہے تو ان سب کو ملایا جائے گا اگر ان کا مجموعہ بقدر نصاب ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔

☆ جو مکانات یا دکانیں کرائے پر دے رکھی ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں لیکن ان کا کرایہ جمع کرنے کے بعد اگر بقدر نصاب ہو جائے تو اس پر سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ فرض ہے۔ ہاں اگر مالک پہلے ہی مالک نصاب ہے تو کرایہ اسی پہلے نصاب میں شامل ہوگا اور کرایہ کی آمدنی کا علاحدہ نصاب شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے جب پہلے نصاب پر سال گذر جائے تو کرائے کی رقم بھی اس نصاب میں ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ ☆ دوکانوں میں مال تجارت رکھنے کے لیے شوکیس، ترازو، الماریاں وغیرہ نیز استعمال کے لیے فرنیچر، سردی، گرمی سے بچاؤ کے لیے ہیٹر، ایر کنڈیشنڈ، وغیرہ اور ایسی چیزیں جو خرید و فروخت میں سامان کے ساتھ نہیں دی جاتیں بلکہ خرید و فروخت میں ان سے مدد لی جاتی ہو تو ان پر زکوٰۃ فرض نہیں کیوں کہ یہ تجارت میں حوائج اصلیہ میں شامل ہیں۔ ☆ موتی اور جواہرات پر زکوٰۃ واجب نہیں اگر چہ ہزاروں کے ہوں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے لی ہے تو زکوٰۃ واجب ہو گئی۔ ☆ سال گزرنے سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے اگر شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے اور درمیان سال میں نصاب ناقص بھی ہو گیا ہو تو بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے:

☆ زکوٰۃ دیتے وقت یا زکوٰۃ کے لیے مال علاحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت شرط ہے۔ نیت کے یہ معنی ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکوٰۃ ہے۔ ☆ زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد

کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے کہ فقیر کو مالک بنانا نہ پایا گیا اگر ان امور میں خرچ کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کر دیں اور وہ صَرف کرے اور ثواب دونوں کو ہوگا بلکہ حدیث پاک میں ہے اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لیے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔☆زکوٰۃ دینے میں یہ ضروری نہیں کہ فقیر کو زکوۃ کہہ کر دے بلکہ صرف نیتِ زکوٰۃ کافی ہے یہاں تک کہ ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیت زکوۃ کی ہو تو بھی ادا ہو جائے گی۔☆یوں ہی نذر، ہدیہ یا عیدی یا بچوں کی مٹھائی کھانے کے نام سے دی تب بھی ادا ہوگئی، بعض محتاج ضرورت مند زکوۃ کا روپیہ نہیں لینا چاہتے انہیں زکوۃ کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں گے لہٰذا زکوٰۃ کا لفظ نہ کہے۔☆سونے، چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہے۔یعنی قیمت کے چالیسویں حصہ پر زکوۃ واجب ہے۔

کمپیوٹر، فرنیچر، اسٹیشنری کے سامان پر زکوٰۃ نہیں: کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اگر چہ وہ کتنی ہی زیادہ ہوں۔ان کی تفصیل ملاحظہ کریں۔رہنے کا مکان، موتی یاقوت اور دوسرے تمام جواہر، کھیتی باڑی کے لیے جو اونٹ، بیل بھینس پالے گئے ہوں، کارخانے کی مشینیں اور آلات، حساب کتاب کرنے کے لیے کمپیوٹر، کیلکو لیٹر، کارخانے کی عمارت، کاروبار میں کام آنے والی فرنیچر، اسٹیشنری کے سامان، دکان کی عمارت، شِیر خانہ Dairy form کے جانور، بیش قیمت چیزیں جو کہ یادگار کے طور پر شوقیہ گھر میں رکھ چھوڑے ہو، حوض یا تالاب میں شوقیہ مچھلیاں رکھے ہو، وہ جانور جو ذاتی ضرورت کے لیے پالے گئے ہوں، سواری کی موٹر سائیکل، کار، بس، کرایہ پر چلائی جانے والی چیزیں مثلاً سائیکل، رکشا، ٹیکسی، بس، ٹرک وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے البتہ ان سے حاصل ہونے والی قیمت اگر نصاب کو ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے۔ پہننے کے کپڑے، کوٹ، چادر، کمبل، ٹوپی، جوتے، گھڑی، گھر کا سامان، بستر، قلم وغیرہ پر بھی زکوٰۃ نہیں خواہ یہ کتنی ہی زیادہ قیمت کی کیوں نہ ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جن چیزوں کی تجارت کی جائے ان پر زکوٰۃ واجب ہے اور جو چیزیں تجارت کا ذریعہ اور سبب بنیں اور جو چیزیں روزمرہ کے استعمال کی ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں۔

صدقۂ فطر کتنا ہے اور اس کا وقت کیا ہے؟

صدقۂ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر دیا جائے (یہ وزن آج کے اعتبار سے دو کلو ۴۵ گرام مشہور ہے) اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع (زیادہ) ہے۔عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی مگر بعد کو تاخیر نہ چاہیے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے "صاحبِ نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا۔" اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے۔بی بی یا بالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں اگر وہ صاحبِ نصاب ہیں، آپ دیں یا ان کی اجازت سے یہ دے، بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم

ماخوذ: فتاوی رضویہ سے چند منتخب مسائل، بہار شریعت، قانون شریعت، برکات شریعت، ماہ رمضان کیسے گزاریں؟

☆☆☆

عطاء الرحمٰن نوری (جرنلسٹ) مالیگاؤں، ضلع ناسک
مہاراشٹر (انڈیا) 9270969026

عقیدہ ونظریہ

پیاسوں کو پانی پلائیں لاعلاج بیماری سے شفا پائیں

الحاج حافظ محمد ہاشم صدیقی٭

رب تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بے شمار نعمتوں سے نوازا، ان نعمتوں کی خصوصیت وافادیت کا ذکر بھی فرمایا کہ بلاشبہ انسان اور تمام جانداروں کے لیے ہوا، پانی، کھانا، انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جہاں جینے کے لیے صاف ستھری ہوا ضروری ہے وہیں کھانا پانی بھی ضروری ہے۔ اللہ رب العزت کی حکمت دیکھیں کہ اپنی تمام مخلوق کی ضرورت کے لیے کھانے پینے کی چیزیں پیدا فرمائیں، یہ اور بات ہے کہ آج اس کی مخلوق میں انسان جو اشرف المخلوق ہونے کا شرف رکھتا ہے وہی اس کی قدر نہیں کر رہا ہے بلکہ نعمتوں کی بربادی بے قدری کا کوئی راستہ باقی نہیں رکھ رہا ہے، اس کی تفصیل پھر کبھی۔ ہوا، پانی، کھانا، جیسی نعمتوں کا مختصر ذکر بغور پڑھیں۔ اللہ رب العزت فرما رہا ہے:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ (القرآن۔ سورہ: ق۔۵۰، آیت ۹) کہ ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو اس سے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے۔ رب فرما رہا ہے کہ ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا، اس سے باغات لہلہا جاتے ہیں، طرح طرح کے پھل میوے ہوتے ہیں جسے تم کھاتے ہو، کھیتیاں سیراب کر دیں جن سے اناج پیدا ہوا جسے تم کھاتے ہو، اونچے اونچے کھجور کے درخت اگائے جو بھرپور میوں سے لدے رہتے ہیں۔ یہ سب مخلوق کی روزیاں ہیں اور اس پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ وہ سرسبز وشاداب ہوگئی اور خشکی کے بعد تر وتازہ ہوگئی اور سوکھے چٹیل میدان لہلہانے لگے جسے تمھارے جانور کھاتے ہیں اور تم ان کا دودھ پیتے ہو۔ پانی کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ رب کریم نے پانی کو بابرکت بتایا۔ کسی چیز کی خوبی کو بیان کرنا وہ بھی باعث برکت بتانا یہ خوبی تو ہزار خوبیوں سے بڑھ کر ہے۔ پانی زمین کی زندگی، انسان کی زندگی اور ہر ذی روح کی زندگی ہے۔ پیڑ، پودوں، پتوں، پھولوں، سبزیوں، پھلوں، میوں (وغیرہ) سب کے سب پانی کے ہی محتاج ہیں کیوں کہ اللہ رب العزت فرما رہا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (القرآن، سورہ انبیاء ۲۱، آیت ۳۰) کہ ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان لائیں گے اور ہم نے تمھیں خوب میٹھا پانی پلایا۔

پانی ہماری نعمتوں میں سے ہے کہ بادلوں سے برستا ہوا، چشموں سے نکلتا ہوا پانی خوش گوار ہلکا زود ہضم پانی تمھیں پلایا، صرف تمھیں ہی نہیں بلکہ اور مخلوق اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی کھانے پینے کا انتظام کیا۔ (سورہ طٰہٰ ۲۰، آیت ۵۴) تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔ (سورہ المرسلات ۷۷، آیت ۲۷) ہم نے تمھیں خوب میٹھا پانی پلایا۔ (سورہ النمل ۲۷، آیت ۶۰) وہ جس نے آسمان وزمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے۔ تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہی آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے۔ کھیتیاں، باغات قسم قسم کے ذائقے دار میوے تاکہ تم کھاؤ اور تمھارے جانوروں کا چارہ بھی رب العالمین نے ہی پیدا فرمایا ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ساری مخلوق کی روزی کا ذمۂ کرم اپنے فضل ورحمت سے لیا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔ (سورہ ہود، آیت ٦)

ساری مخلوقات چھوٹی بڑی، خشکی یا تری میں ہیں ان سبھی کو رزق اللہ دیتا ہے۔ تمام جہانوں کا پالنے والا رب کب یہ پسند فرمائے گا کہ اس کی مخلوق بھوکی یا پیاسی رہے۔ اس نے تمام انتظام فرما دیے ہیں کہ وقت پر ہر مخلوق کو کھانا پانی ملتے رہیں۔ رحیم وکریم رب نے

اپنے بندوں کی بھوک مٹانے پیاس بجھانے پر بے پناہ اجروثواب کا اعلان فرمایا ہے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانا جہنم سے آزادی کا پروانہ:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ وَّافَقَ مِنْ اَخِیْہِ شَھْوَۃً غُفِرَ لَہٗ۔ یعنی جس مسلمان کا جی کسی کھانے پینے کا یا کسی قسم کی حلال چیز کو چاہتا ہو، اور دوسرا اس کے لیے وہی شے (چیز) مہیا کردے، اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرمادے گا۔ (طبرانی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنادے، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا، اللہ رب العزت رحیق مختوم (جنت کی شراب سربند (Paked) پلائے گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الزکاۃ باب فی فضل سقی الماء حدیث ۱۶۸۲، بہار شریعت ج ۲، ص ۱۸۰)

فضائل صدقات پر احادیث مبارکہ میں کثیر ذخیرہ موجود ہے اور حدیث کی کتابوں میں رقم ہے۔ اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اپنی کتاب رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَۃِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الْفُقَرَاءِ۔ مشہور نام ''فوائد صدقات'' میں شرح وبسط (DETAILS) کے ساتھ بڑی پیاری ترکیبیں لکھی ہیں چند ملاحظہ فرمائیں اور عمل کی کوشش کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ اَطْعَمَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ شَھْوَتَہٗ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ۔ جو اپنے مسلمان بھائی کو اس کی چاہت کی چیز کھلائے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کردے گا۔ (بیہقی فی شعب الاصول الایمان) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مِنْ مُّوْجِبَاتِ الرَّحْمَۃِ اِطْعَامُ الْمُسْلِمِ الْمِسْکِیْنِ۔ رحمت الٰہی کو واجب کردینے والی چیزوں میں ہے غریب مسلمان کو کھانا کھلانا۔ (بیہقی)

ایک بہت پیاری حدیث مطالعہ فرمائیں اس حدیث پاک کے بہت سے صحابہ کرام راوی ہیں کہ ہر طرح کے لوگوں کو کھلانے پلانے پر اللہ رب العزت درجہ بلند فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلدَّرَجَاتُ اِفْشَاءُ السَّلَامِ، وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ، وَالصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔ اللہ عزوجل کے یہاں درجہ بلند کرنے والے ہیں سلام کا پھیلانا، ہر طرح کے لوگوں کھانا کھلانا، رات کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا۔ مرقاۃ شریف میں ہے:

اِطْعَامُ الطَّعَامِ اَیْ اِعْطَاءُ ہٗ لِاَنَامٍ مِنَ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ کھانا کھلانا یعنی مخلوق میں ناگناہ مٹانے والے (کام) ہیں، کھانا کھلانا، سلام کرنا اور شب کو لوگوں کے سوتے نماز پڑھنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ان بندوں سے جو لوگوں کو کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات (فخر) فرماتا ہے کہ دیکھو فضیلت اسے کہتے ہیں۔

ایک اور حدیث جس کے راوی کئی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کھانا کھلائے پیاس بھر پانی پلائے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے سات کھائیاں دور کرے ہر کھائی سے دوسری کھائی تک پانچ سو برس کی راہ ہے۔ (طبرانی، بیہقی، وغیرہ)

پیاسوں کو پانی پلائیں لاعلاج بیماری سے شفا پائیں:

بہت مشہور حدیث پاک ہے کہ گزشتہ امت میں ایک عورت نے ایک کتے کی پیاس بجھائی تو اللہ نے اس کی تمام خطائیں معاف فرمادیں اور جنت عطا فرمائی۔ اللہ رب العزت نے پانی کی خوبیوں میں یہ بات بیان فرمائی کہ ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔ ظاہر سی بات ہے کہ جسے رب تبارک وتعالیٰ برکت والا بتائے اس سے برکت ضرور ملے گی۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں بیان فرماتے ہیں۔ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے فرمایا پانی لاؤ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا (برسایا) پھر فرمایا شہد لاؤ۔ آیت فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ پڑھی کہ اس میں شفا ہے لوگوں کے لیے پھر فرمایا، روغن زیتون لاؤ اور آیت پڑھی کہ برکت والے پیڑ سے ہے پھر ان سب کو ملا کر نوش فرمایا، شفا پائی۔

(بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء، ص ۳۹)

لوگوں کو پانی پلانے سے لاعلاج بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں علی بن حسین بن شقیق فرماتے ہیں میرے سامنے ایک شخص نے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا، اے ابو عبد الرحمٰن! سات برس سے میرے ایک زانو میں پھوڑا ہے قسم قسم کے علاج کیے۔ طبیبوں سے رجوع کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ فرمایا، جا ایسی جگہ دیکھ جہاں لوگوں کو پانی کی ضرورت ہو، وہاں ایک کنواں کھود (اور براہ کرامت یہ بھی) ارشاد فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہاں تیرے لیے ایک چشمہ نکلے گا اور تیرا یہ خون بہنا تھم جائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہو گیا۔

ایک ایمان افروز حکایت پڑھیں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہمارے استاد ابو عبداللہ حاکم (صاحب مستدرک) کی حکایت ہے کہ ان کے منھ میں پھوڑے نکلے، طرح طرح کے علاج کیے نہ گئے، قریب ایک سال اسی حال میں گزرا۔ انھوں نے ایک جمعہ کو امام استاد ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی مجلس میں دعا کی درخواست کی۔ امام نے دعا فرمائی اور حاضرین نے بکثرت آمین کہی۔ دوسرا جمعہ ہوا کسی بی بی (شریف اور معزز عورت) نے ایک رقعہ مجلس میں ڈال دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ میں اپنے گھر پلٹ کر گئی اور شب کو ابو عبداللہ حاکم کے لیے دعا میں کوشش کی، خواب میں جمال جہاں آرا حضور رحمت عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئی آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: قُوْلِیْ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ یُوْسِعُ الْمَاءَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ۔ ابو عبداللہ سے کہہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں وہ رقعہ اپنے استاد ابو عبداللہ حاکم کے پاس لے گیا۔ انھوں نے اپنے دروازے پر سقایا پانی کا حوض بنانے کا حکم دیا، جب بن چکا اُس میں پانی بھر دیا اور برف ڈالی اور لوگوں نے پینا شروع کیا۔ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ شفا ظاہر ہوئی پھوڑے جاتے رہے، چہرہ اس اچھے سے (پہلے) سے اچھا ہو گیا جیسا کبھی نہ تھا، اس کے بعد برسوں زندہ رہے۔

احادیث وسیرت کی کتابوں میں بہت سے عبرت ناک حکایات موجود ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سے سبق لیں اور خاص کر جو لمبی بیماریوں میں مبتلا ہیں ان کو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے طریقہ پر عمل کرنا چاہیے تا کہ بیماریوں سے نجات ملے۔ ڈاکٹروں کی بڑی بڑی فیس اسپتالوں کے بڑے بڑے بل ادا کر کے بھی نجات حاصل نہیں کر پا رہے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ اس پر ایمان رکھیں اور سچی نیت سے اس پر عمل کریں، بھوکوں کو کھلائیں، پیاسوں کو پانی پلائیں، دیکھیں ضرور لا علاج بیماریوں سے شفا پائیں گے۔ ہر شخص اپنی طاقت کے اعتبار سے لوگوں کی خدمت کرے اور پانی کی حفاظت کرے۔

آسٹریلیا کی مشہور منرل کمپنی آرگینک اسپرنگ (Organic Spring) نے اپنے پانی کے بوتل پر آقا ﷺ کا یہ فرمان (Do not waste water even if you were at a running stream) ترجمہ: پانی ہرگز برباد نہ کرو گرچہ تم سمندر کے پاس ہی کیوں نہ ہو۔ راستہ چلتے ہم پانی کی جو بوتلیں خریدتے ہیں پانی پی کر اُن کو پھینک دیتے ہیں ان کو قطعی نہ پھینکیں ان بوتلوں کو جمع کریں جب دس بیس بوتلیں ہو جائیں پانی بھر کر جھولا میں بھر کر بس اسٹیشنوں چوراہوں ریلوے اسٹیشنوں پر پیاسوں کو بانٹ دیں آپ کو ثواب بھی ملے گا، بیماری سے نجات بھی ملے گی، قلبی وذہنی سکون بھی ملے گا اور بھی بہت سے طریقے ہیں جن کو کر کے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔

آیئے ہم سب مل کر عہد کریں کہ یہ کام ضرور کریں گے۔ کل سے نہیں، ان شاء اللہ آج ہی سے کریں۔ اس میں شرمانے کی ضرورت نہیں۔ نہ جانے ہم دن میں کتنے ایسے کام کرتے ہیں جو یقیناً شرم کے باعث ہوتے ہیں لیکن ہمیں احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ کام تو اللہ و رسول کے حکم کی بجا آوری اور ہمارے فائدے کا ہے۔

اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

☆ خطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر
کپالی، پوسٹ: پارڈیہہ، مانگو، جمشید پور (جھارکھنڈ)
09386379632

اصلاح معاشرہ

کیا ہم اب بھی مسلمان بننے کے لیے تیار نہیں

عطاء الرحمٰن نوری★

ہندوستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر آج کا مسلمان تذبذب، کشمکش اور انجانے خوف کا شکار ہے۔ ہندوستانی سیاست میں اُتھل پتھل اور مختلف ریاستوں میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی جیت کے ساتھ کٹر ہندوتوا سنگھٹناؤں کے ذریعے کی جانے والی بے لگام حرکات کی بدولت اقلیتی طبقے خوف وہراس کا شکار ہیں۔ پچاس سال پہلے جس پارٹی کے پاس صرف دو نمائندے بچے تھے آج وہ پارٹی ہندوستانی آئین سے لفظ ''سیکولر'' ہٹانے اور جمہوریت کا گلا گھونٹ کر ''ہندو راشٹر'' بنانے کے بے راگ نغمے اَلاپ رہی ہے۔

مسلسل بیان بازی کا سلسلہ دراز ہے اور مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے مذہب اسلام کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ لو جہاد، دھرم پریورتن، گئوکشی ہتھیا، تین طلاق، تصویر کشی اور گانا گانے جیسے مُدّے اُٹھا کر صرف اور صرف مسلمانوں کو خاموش کرانے اور ڈرانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے جس کا نتیجہ وہ 1947ء میں دیکھ چکے ہیں۔ آزادی کے بعد علاحدگی کے وقت ہندوستان سے مسلمان ایسے خوف وہراس میں مبتلا ہو کر بھاگے تھے کہ انہوں نے اپنے گھروں کا ساز وسامان تک نہیں لیا تھا، حتیٰ کہ وہ عالیشان باڑوں کو تالا لگانا تک بھول گئے تھے، ہماری مساجد میں گھوڑے باندھے گئے، مدرسوں اور گھروں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اغیار یہی صورت حال کا مشاہدہ دوبارہ کرنا چاہتے ہیں مگر دیکھنے کا پیمانہ جدا جدا ہوتا ہے۔ کوئی مثبت سوچ کا حامی ہوتا ہے تو کوئی منفی۔ منفی سوچ کا پروَردہ آدھا گلاس پانی کو کہتا ہے کہ ''گلاس آدھا خالی ہے''، مگر مثبت سوچ وفکر کے حامل افراد کہتے ہیں کہ ''آدھا گلاس بھرا ہے۔'' ایسے میں ہمیں بھی مثبت سوچ کا مظاہرہ کرنا ہوگا، جانے والوں کے ڈر اور خوف کو دیکھنے کی بجائے رہنے والوں کی ہمت دیکھنا ہیں جن کی اولادیں آج بھی ہندوستان بھر میں خدائے واحد کی بندگی کا عملی نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

درحقیقت ہمارے یہاں مثبت سوچ رکھنے والے دور اندیشوں کی کمی ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر جذباتی ہو کر ہنگامی نعروں کی نذر ہوجانا، اَول فَول بیان بازی کرنا، الزام تراشی کرنا اور پوری قوم کو اُلجھنوں کا شکار بنا کر احساس کمتری میں مبتلا کرنا، عام بات ہوگئی ہے۔ اصل میں نام نہاد دانش وَروں کو قوم کے نام پر اپنی دُکان چمکانا ہوتی ہے۔ جب کبھی ہمارے مدارس پر سوال کیا جاتا ہے تو ایسے میں مدارس کے ذمہ داران کو چاہیے کہ واویلا کرنے کی بجائے بڑے ہی ادب والتماس کے ساتھ فرقہ پرستوں کو مدارس کے دَوروں پر مدعو کیا جائے۔ انھیں مدارس کی اصلی صورت حال سے واقف کرایا جائے، انھیں ہمارے کچن بتائے جہاں انھیں بارُود کے موجود ہونے کا خدشہ ہے، انھیں طلبہ کے تختے بتائے جائیں جن پر الزام ہے کہ ان تختوں کے نیچے اسلحے ہوتے ہیں۔ ارے یار! ہمارے مدارس کے بچے غُلیل تک چلانا نہیں جانتے وہ طلبہ کیا خاک بندوقیں چلائیں گے؟ جن کی حالت نہ صرف قابل توجہ ہے بلکہ حد سے زیادہ قابل رحم بھی۔ جو بچہ کہیں نہیں چلتا، شرارتی، غریب، یتیم اور مفلوک الحال ہوتا ہے انھیں مسلمان مدرسوں میں داخل کرتے ہیں، جن کی پرورِش کے لیے نہ جانے کتنی منت وسماجت کے بعد کیسے کیسے زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کی رقم جمع کی جاتی ہے۔ کچھ تو سوچو! جن کے کھانے کے لیے سہ ماہ کا گلّہ (اناج) تک موجود نہیں وہ لاکھوں روپے اپنے ملک کو نقصان پہنچانے میں کیسے لگا سکتے ہیں؟ ہمارے مدارس کی محتاجی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بچپن میں جب کوئی بچہ مَستی کرتا ہے تو والدین کہتے ہیں ''خاموش ہوجا، ورنہ مدرسے میں ڈال دیں گے۔'' مگر جہاں کہی مدرسے پر اُنگلی اُٹھائی جاتی ہے ہم واویلا بپا کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں، ذمہ داران کو چاہیے کہ جو لوگ تشدد پھیلا رہے ہیں اُن لوگوں کے ساتھ میڈیا کو بُلایا جائے اور مدارس کی اصلی صورت حال سے انھیں آگاہ کیا جائے تاکہ مدارس کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ممکن ہو۔

اصل میں ہم نے عملی طور پر اسلام کو پیش کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ہمارے یہاں ہر بات پر فتویٰ ہے۔ جب کہ حضور ﷺ نے